علمی، ادبی، دینی، وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ

اذان بلال

آگرہ

جلد ۳۷

شمارہ: ۳، ۴

شعبان، رمضان ۱۴۴۶ھ مطابق مارچ، اپریل ۲۰۲۵ء

مدیر: ابوالبرکات مظاہری

بیادگار

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ

سرپرست

حضرت مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

موبائل نمبر: 9557358285

9411401142

فون: ۰۵۶۲_۲۵۲۰۷۴۸

زرِ تعاون ہندوستان سے

فی شمارہ............۲۵/روپے

سالانہ..........۲۵۰/روپے

خصوصی.........۲۰۰۰/روپے

سہ سالہ.........۷۵۰/روپے

لائف ممبری.....۱۰۰۰۰/روپے

بیرون ممالک

۵۰/امریکی ڈالر کے مساوی

مجلس ادارت

اساتذۂ دارالعلوم آگرہ

○ اس دائرہ میں سرخ نشان علامت ہے کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی، آئندہ کے لئے براہِ کرم رقم ارسال فرمادیں

خط وکتابت کا پتہ: منیجر ''اذان بلال'' دارالعلوم آگرہ محلّہ پیر جیلانی آگرہ۔۴

اس شمارے میں

نمبر شمار	فہرست مضامین	مضمون نگار	صفحہ
۱	نبوت وملوکیت	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	۵
۲	دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	۱۵
۳	فقہ وفتاوی	مفتی احمد صاحب خانپوری	۲۱
۴	شذرات	مفتی ناصرالدین مظاہری	۲۹
۵	اسمائے حسنٰی کے معارف	پیر ذوالفقار احمد نقشبندی	۳۴
۶	لاؤڈ اسپیکر کا غلط استعمال......	مفتی عبداللہ قاسمی	۴۵
۷	رزق حلال کی فضیلت اور برکت	مفتی عبدالرحمٰن	۵۰
۸	خبرنامہ	ادارہ	۵۸

Printed at : Rabbani Printers Katra Sheikh Chand Lal Kuan Delhi.110006
Published by:Abul Barakaat Mazahiri Darul Uloom Agra Peer Jilani Agra-4.

مضمون نگار کی ہر بات سے ادارہ ''اذان بلال'' کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ادارہ

پرنٹر پبلیشر ابوالبرکات مظاہری نے ربانی پرنٹرس کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی سے چھپوا کر ''دفتر اذان بلال'' دارالعلوم آگرہ محلہ پیر جیلانی آگرہ نمبر ۴۔ یوپی (انڈیا) سے شائع کیا۔

قسط چہارم

نبوت وملوکیت

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اسلام سے قبل غلاموں سے بدسلوکی

یہ اس پر ہے کہ اسلام سے پہلے کے دور میں دنیا کے لیے غلامی ایک بدترین عذاب تھا آقا کو غلام پر حق حاصل تھا کہ اسے قتل کردے، اس کو ذبح کردے، اس کو دردناک سزائیں دے، کوئی قانون اس پر گرفت نہیں کرسکتا تھا۔ یہاں تک لوگ کرتے تھے کہ تاریخوں میں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ کس طرح ان کے دل برداشت کرتے تھے۔غلام سے ذراسی کوتاہی ہوئی شکنجے بنوائے ہوئے ہوتے جس میں اِدھراُدھر سے برچھا آر پار ہوجاتا تھا اور ہنس رہے ہیں۔

تالابوں کے اندر سانپ چھوڑے ہوئے ہیں۔غلام سے ذراسی کوتاہی ہوئی لات مار کے دھکیل دیا۔سانپ لپٹ گئے اور آقا کی تفریح ہورہی ہے۔بھیڑیئے جمع کئے گئے اور اس غلام پر چھوڑ دیئے گئے جو سزا کا مستحق تھا۔بھیڑیئے اس کو جھپٹ رہے ہیں پھاڑ کھا رہے ہیں اور آقا تفریح کررہے ہیں غلامی کی یہ کیفیت تھی۔

اسلام نے غلامی کو ختم کیوں نہ کردیا؟

اسلام نے آکر غلامی کو تو نہیں مٹایا کہ یہ فطری سی چیز ہے۔سیاسی طور پر جب کسی قوم پر غلبہ ہوا اور وہ قوم حربی بنے اور مقابلہ پر آئے تو سیاسی آزادی چھینی جاتی ہے۔دنیا کی ہر قوم مفتوح

قوم سے سیاسی آزادی چھین لیتی ہے۔ان سے بھی چھینی جاتی تھی۔یہی معنی غلامی کے ہیں۔ دینی آزادی نہیں چھینی جاتی تھی۔غلام مسجد میں آسکتا ہے۔تلاوت بھی کرسکتا ہے، آقا کے برابر عبادت کرسکتا ہے۔سیاسی حقوق نہیں دیتے تھے۔اس لیے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف جنگ کی تھی تو سیاسی آزادی چھن گئی اور سارے حقوق باقی رکھے گئے۔تو پچھلی اقوام غلام پر اتنا حق رکھتی تھیں کہ انتہائی دردناک سزائیں دیتیں۔اسلام نے وہ سب سزائیں مٹادیں۔آزاد کرنے کے فضائل بیان کئے جس سے ہزاروں غلام مرد روز آزاد ہوتے تھے تعلیم دینے کی فضیلت بیان کی جس سے ہزاروں غلام بڑے بڑے علماء اور فضلاء بن گئے تو ضعفاء کے اوپر اسلام نے رحم کھایا۔اس لیے عورت، یتیم اور غلام پر رحم کیا۔جو مظلوم اور بے کس ہو اس کے لیے پوری امت کو فرمایا گیا کہ پوری امت کا حق ہے کہ اس کے ظلم کو دفع کرے اور اس کی مدد کرے۔

جانوروں پر رحم کرنے کا حکم

حتی کہ جانور جو زیادہ کمزور ہوتا ہے، اس پر اور زیادہ رحم وکرم بتلایا گیا۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کو آپ نے جنت میں دیکھا ساری عمر بدکاری کی اور دیکھا گیا جنت میں۔

وجہ کیا پیش آئی؟

فرمایا: ایک کتا پیاس کی وجہ سے مر رہا تھا۔زبان پر کانٹے پڑے ہوئے تھے عرب کی گرمی کی خشکی کی وجہ سے زبان باہر نکلی ہوئی وہ فاحشہ عورت آئی اس کو رحم آیا کہ ایک بے زبان جانور مر رہا ہے کنویں پر نہ ڈول تھا نہ رسی تھی۔اس نے اپنے پیروں سے چمڑے کا موزہ نکالا اور اپنے دوپٹے میں اس کو باندھ کر اور اس میں جتنا پانی آیا وہ کتے کے منہ میں ٹپکایا جس سے اس کے دم میں دم آگیا اور اس کی جان بچ گئی۔فرمایا اس عمل کی بدولت فاحشہ عورت جنت میں داخل کی گئی۔

اور حدیث میں ہے کہ ایک نیک اور متقی آدمی کو آپ ﷺ نے جہنم میں دیکھا۔فرمایا: کہ یہ منکشف ہوا کہ وہ اس لیے جہنم میں گیا اس نے ایک بلی کو جو ستاتی تھی جیسے بعض جانور ستاتے ہیں۔اس نے غصے میں آ کر ایک کوٹھری میں بند کیا اور کہا کہ اسے کوئی نہ کھولے دو تین دن میں وہ سسک کر اندر مرگئی۔فرمایا وہ متقی جہنم میں گیا۔اس لیے کہ اس نے جانور کے اوپر رحم نہیں کھایا۔

فرعونی طاقت پر بنی اسرائیل کے ضعفاء کو غالب کیا گیا

غرض اسلام ہر کمزور پر رحم کھاتا ہے۔انسانوں میں کوئی کمزور ہو یا جانوروں میں تو جس دین نے جانوروں تک پر رحم کھایا وہ کیسے گوارا کرے گا انسان انسانوں پر ظلم کرے یا کوئی کسی دوسرے کے اوپر زیادتی کرے۔یہ اس نے برداشت نہیں کیا۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔ **ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمة ونجعلھم الوارثین**

یہ قصہ فرعون کے زمانے کا ہے۔موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے حق تعالی اس کو قرآن میں حکایت فرمارہے ہیں کہ ان نمن ہم احسان کریں گے،کن پر؟ ان لوگوں پر جو زمین کے اندر کمزور ہو گئے۔گویا یہ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا جارہا ہے۔

فرعون چوں کہ غالب تھا۔اقتدار اس کے ہاتھ میں تھا۔بنی اسرائیل مغلوب تھے اور بنی اسرائیل کو فرعون نے انتہا درجے کی ذلت پر پہنچا دیا تھا۔حالاں کہ انبیاء زادے تھے نبیوں کے خاندان سے تھے۔اہل علم وسمجھ تھے لیکن چوں کہ فرعون کی غلامی میں مبتلاء ہو گئے اس واسطے اس نے جتنی ذلیل خدمات تھیں وہ بنی اسرائیل کے سپرد کر رکھی تھیں مزدوریاں کرنا،کوڑا اٹھانا اور ان کے بچوں کو پالنا غرض اس قسم کی ساری ذلیل خدمات ان سے لی جاتی تھیں اور انتہائی ذلت کے ساتھ ان کی زندگی بسر ہورہی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالی نے پیدا فرمایا،اور انہیں نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔موسیٰ علیہ السلام

نے ان کی تربیت شروع کی۔ تعلیم وتربیت کے ذریعے ان کے اخلاق اور کردار کو درست فرمایا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ یہ جو کمزور ہیں جن کی تم تربیت کررہے ہو، ان کے اخلاق کو درست کررہے ہو، ان نمن ان پر ہم احسان کرنے والے ہیں یہ ضعفاء ہیں زمین پر کمزور ہیں ہم ان کو قوت دینے والے ہیں۔

و نجعلهم ائمة انہیں کو زمیں میں امام بنانے والے ہیں و نجعلهم الوارثين اور زمین کی وراثت ان کو سپرد کرنے والے ہیں۔ زمین کی وراثت میں یہ حصہ دار بنیں گے گویا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائی کو تسلی دی گئی کہ اپنی کمزوری پر غم نہ کھاؤ مگر ہاں شرط یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام میں جس طرح تعلیم وتربیت دے رہے ہیں ان کا اتباع کئے جاؤ جس علم کی طرف لا رہے ہیں اس علم کی طرف آؤ جن اخلاق کی طرف بلا رہے ہیں۔ ان اخلاق کی طرف آؤ ان کی پیروی کرتے رہو۔ ان کی تعلیم وتربیت کے سامنے جھکتے رہو۔ جب تمہارا اخلاق بلند ہوگا تو عنقریب ہم تم کو بلند کرنے والے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا۔ آگے ارشاد فرمایا۔ و نمكن لهم في الارض و نرى فرعون و هامٰن و جنودهما منهم ما كانوا يحذرون اور انہیں اقتدار و تمکنت دینے والے ہیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکر جن جن چیزوں کو سامنے رکھ کر ڈرتے تھے۔ اب ان کے سامنے آنے والا ہے۔ انہیں چیزوں میں وہ مبتلا کئے جانے والے ہیں جن چیزوں کا خطرہ تھا کہ کہیں یہ بنی اسرائیل غلبہ نہ پالیں اور ہمیں کہیں نیچا نہ دکھادیں۔ یہ ان کے آگے آئیں گی اور تم کمزوری میں مبتلا تھے۔ تم ان پر غلبہ پاؤ گے۔ حق تعالیٰ نے اس زمانے کے اس واقعہ کی حکایت فرمائی اور اسلام نے اس بطور اصول بیان کیا۔ تو اسلام کا اصول یہ ہے کہ ضعفاء کو سہارا دیا جائے۔ جو کمزور ہوں ان کے اوپر احسان کیا جائے۔ جو مفلوک الحال ہوں، ان کی مدد کی جائے۔ جو غرباء، یتامیٰ اور مساکین ہوں ان کے ہاتھ بٹایا جائے۔ جو کسی ظلم میں گرفتار ہو اور اسے ظلم سے نجات دلانا آپ کے اختیار میں ہو تو آپ پر فرض ہے کہ آپ اسے نجات

دلائیں۔

بہر حال عورت، غلام، یتیم اور مظلوم ومصیبت زدہ ان سب پر رحم کیا ہے۔تو یہ اسلام کا خاص اصول ہے کہ اس امت مسلمہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم کمزوروں پر احسان کرنا سیکھو۔اس لیے نبی کریم ﷺ کی شان رحمۃ للعالمین فرمائی گئی کہ آپ ﷺ جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور سب سے زیادہ آپ ﷺ کی رحمت کمزوروں پر ظاہر ہوئی ہے۔سب سے زیادہ کمزور عرب تھے۔ان کو اتنا قوی کیا کہ پورے عالم میں ان کا نظام قائم ہوگیا۔ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی نے کمزوروں اور ضعفاء کو سہارے دیئے۔مساکین کو اونچا کیا۔ یتیموں کو والی اور وارث بلکہ آقا بنا دیا۔غلاموں کو ان کے آقاؤں کے اوپر غالب کر دیا۔یہ اسلام کی تعلیم کا اثر تھا۔اس امت کے سامنے یہ تعلیم پیش کی گئی ہے تاکہ امت بھی اسی راستے پر چلے۔کمزوروں پر رحم کھائے۔ ہر قوم میں کمزور بھی ہوتے ہیں۔قوی بھی ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں سب کچھ ہوتا ہے۔ان کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ ناداروں کی وہ خبر گیری کریں۔ ضعفاء کی رعایت ومدد کریں۔

دورِ فاروقی میں غرباء کو عدل وانصاف کے ذریعہ غالب کیا گیا

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفۃ المسلمین بنا دیئے گئے تو آپؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کے اعلان کیا کہ آج سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے اور جو قوی ہے وہ آج سے میرے نزدیک کمزور ہے۔یعنی میں کمزوروں کی مدد کروں گا اور اقویاء اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ ان کے ہاتھ میں قوت ہے میں ایک ایک حق ان سے منتقل کر کے کمزوروں کو دلاؤں گا۔

چناں چہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت اس سے بھری پڑی ہے کہ عدل وانصاف سے

غریبوں کو کتنا سہارا دیا۔ گویا اسلامی حکومت کا اصل مقصد تربیت خلق اللہ ہے۔ امیر المومنین کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی تربیت کرے۔ اخلاقی طور پر ان کی نگہداشت کرے اور یہ دیکھے کہ علم اور اخلاق کے اندر کون کمزور ہے اس کو سہارا دیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مثالیں قائم کیں۔

حدیث میں ایک واقعہ فرمایا گیا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ نہ رات کو نگہداشت کرنے کے لیے نکلتے کہ رات میں کون کس طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ گھروں کی حالت معلوم کرتے تھے کہ اخلاقی حالت کچھ کمزور تو نہیں ہوگئی۔ تو راتوں کو گشت کرتے تھے۔

ایک دفعہ گشت کر رہے کہ ایک گھر میں سے کچھ گنگنانے کی آواز آئی جیسے کوئی کچھ گا رہا ہو۔ اور عورت کی آواز تھی۔ نوجوان لڑکی کچھ اشعار پڑھ رہی تھی۔ اشعار بھی کچھ عاشقانہ تھے۔ تو فاروق اعظمؓ کو کھٹک پیدا ہوئی کہ ایک لڑکی اور گھر میں عاشقانہ اشعار پڑھے۔

خیر وہ گھر پہ آئے دستک دی، کہ کون ہے گھر کے اندر؟

وہ لڑکی امیر المومنین کی آواز پہچان گئی اور رعب کی وجہ سے سہم گئی اور دب گئی اور اتنا رعب پڑا کہ وہ جواب نہ دے سکی۔ اس کے جواب نہ دینے اور چپ ہو جانے کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اور زیادہ شبہ پیدا ہوا کہ گانے کی آواز تو بند ہوگئی، مگر جواب کوئی نہیں دیتا۔ پھر ڈانٹ کر آواز دی کہ اس گھر کے اندر کون ہے؟ لڑکی بیچاری اور زیادہ دب گئی اور ڈر گئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دیوار پھلاند کر گھر میں داخل ہوگئے کہ دیکھوں اندر کیا بات ہے۔ معلوم ہوا کہ گھر میں ایک نوجوان لڑکی ہے اور گھر میں کوئی نہیں ہے۔

فرمایا: تو کون ہے؟ اور کیوں گا رہی تھی؟ اور تجھے معلوم نہیں ہے کہ اسلام نے عورت کی آواز کو عورت بنایا ہے۔ تو اتنی زور سے بول رہی ہے کہ باہر آواز آئے، تو نہیں سمجھتی کہ تو گنہ گار ہوئی۔

اب لڑکی نے جراءت کی۔ اسے بھی بھروسہ تھا کہ فاروقِ اعظمؓ عادل کامل ہیں۔ جو چیز کہوں گی تو یہ نہیں ہے کہ وہ جذبات میں آ کر فیصلہ کریں وہ اس پر غور کریں گے۔

اس لڑکی نے ذرا کرخت آواز کر کے کہا:

امیرالمومنین! مجھے آپ طعنہ دے رہے ہیں کہ میں نے گناہ کیا۔

آپ نے اس وقت کھڑے کھڑے تین گناہ کئے ہیں۔ اور قرآن وحدیث کے احکام کی تین خلاف ورزیاں کی ہیں۔

بس! فاروق اعظم ٹھنڈے ہوگئے، بجائے اس کے کہ کوئی غصہ آتا۔ رعایا کی ایک لڑکی اور امیرالمومنین کو ڈانٹ دے تو جذبات ابھرنے چاہئے تھے۔ کوئی اشتعال پیدا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن جب اس نے کہا کہ آپ نے تین گناہ کئے ہیں تو فوراً سہم گئے اور مرعوب ہوگئے۔ فرمایا: بہن! میں نے کیا گناہ کئے؟

اس نے کہا کہ پہلا گناہ تو آپ کا یہ ہے کہ میں ایک اجنبی لڑکی ہوں اور اجنبی لڑکی کے ساتھ کسی مرد کو خلوت جائز نہیں ہے۔ آپ کو کیا حق تھا کہ آپ میرے گھر میں آ پائے اور آ کر میرے تخلئے میں خلل ڈالا۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا صاف حکم ہے کہ **واتوا البیوت من ابوابھا** گھروں میں دروازوں کے ذریعے سے داخل ہوؤ آپ نے خلاف ورزی کی آپ دیوار پھلاند کر گھر میں آئے۔ آپ کو دیوار پھلاند کر آنے کا کیا حق تھا؟

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن کا حکم ہے۔ **لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا** کسی کے گھر کے اندر اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ کہ جب کسی دوسرے کے گھر پر جاتے تو تین دفعہ سلام

فرماتے اور تین سلاموں کی کیا صورت ہوتی ؟

ایک سلام استیذ ان ۔یعنی اجازت لینے کا سلام، بجائے اس کے دستک دیں نام لے کر پکاریں۔ آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہوکر زور سے فرماتے ۔ السلام علیکم گھر والوں کو آواز سنائی دیتی تو وہ وعلیکم السلام کہہ کر باہر آتے ،اجازت دیتے اور گھر میں بلاتے ۔ پھر جب گھر میں داخل ہوتے تو مجلس کو سلام کرتے ۔ یہ سلام تحیہ کہلاتا ہے اور پھر جب واپس ہوتے ، پھر سلام وداع کہتے ۔ یہ سلام وداع کہلاتا ہے۔تو تین سلام ہوتے ہیں۔ جو ابتدائی سلام ہے وہ سلامِ استیذ ان یعنی اجازت لینے کا سلام ہے۔

تو لڑکی نے کہا،قرآن نے حکم دیا تھا کہ جب تک اجازت کا سلام نہ کیا جائے گھر میں داخل نہ ہوں۔آپ بلاسلامِ استیذ ان واجازت کیسے داخل ہو گئے؟

یہ تین گناہ آپ سے سرزد ہوئے ہیں،لڑکی نے یہ ڈانٹ کر فاروق اعظمؓ سے کہا تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ بہن! لوجہ اللہ معاف کر۔ واقعی میرے غلطی ہوئی ہے۔اس نے کہا میری خطا آپ نے کب کی ہے جو میں آپ کو معاف کروں جس کی خطاء کی ہے اس سے معافی چاہو، قرآن کی خلاف ورزی کی ہے۔ خدا کے سامنے توبہ استغفار کرو میرے سے معافی کا کیا مطلب؟

اب فاروق اعظمؓ بہت ہی شرمندہ اور بہت ہی منفعل وہاں سے واپس آئے۔ حالاں کہ فاروق اعظمؓ امیر المومنین ہیں۔امیر کو یا امیر کی پولیس کو شبہ پر حق حاصل ہے کہ چھاپہ مار کر گھر میں داخل ہو۔ فاروق اعظمؓ نے یہ کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ پھر فاروق اعظمؓ نے اجازت تو لی۔ ڈانٹ کر کہا کہ کون ہے جو اندر گا رہا ہے؟ جب کوئی بولا نہیں اور انہیں شبہ ہوا۔ پھر داخل ہونے کا وقت تھا تو خلاف ورزی انہوں نے کی یا لڑکی نے؟

امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے وہ یہ سب چیزیں کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں

نے اپنے آپ کو گنہ گار کے مقام پر سمجھا کہ حقیقتا مجھ سے غلطی ہوئی اور تمام رات جاگ کر استغفار کیا، عبادت کی اور اللہ کے سامنے روئے۔ صبح کو انشراح ہوا کہ اللہ نے میری غلطی معاف کردی حالاں کہ توبہ کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ گنہ گار تھے ہی نہیں مگر پھر بھی اپنے آپ کو گنہ گار سمجھ کر توبہ کی۔

اب ضابطے کے مطابق آدمی بھیجا کہ اس لڑکی کو دربارِ خلافت میں حاضر کرو۔ لڑکی لائی گئی ۔فرمایا۔ بہن! اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ تو نے میری غلطیوں پر متنبہ کیا۔ میں نے تمام رات اللہ کے سامنے استغفار کیا اور توبہ کی۔

اور اب مجھے انشراح ہے کہ اللہ نے میرے گناہ کو معاف کر دیا۔

تواضعاً گناہ کہہ رہے ہیں۔ ورنہ گناہ نہیں تھا مجھے اللہ نے معاف کر دیا اور میں تیرا احسان مند ہوں۔ لیکن بحیثیت امیر المومین ہونے کے تجھ سے پوچھتا ہوں کہ وہ گانا بجانا کیسا تھا اور تو کیوں گا رہی تھی۔ تجھے ایسے عاشقانہ اشعار پڑھنے کا کیا حق ہے؟ لڑکی نے کہا: امیر المومنین! اصل واقعہ یہ ہے کہ میں ایک نوجوان لڑکی ہوں اور بھرپور جوانی ہے اور ابھی پندرہ دن میری شادی کو ہوئے تھے میرا خاوند بھی نوجوان ہے آپ نے اسے فلاں محاذ کے اوپر فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ میں اس کے فراق میں یہ عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ اور کوئی بات نہیں تھی۔ نہ مین زانیہ ہوں نہ بدکار۔

فرمایا: بہتر تو نے سچ کہا۔ تیرا لہجہ بتلا رہا ہے کہ حقیقۃ بات یہی ہے۔ پھر اسے بہت اکرام کے ساتھ واپس کیا۔

ایک لڑکی کی وجہ سے پوری فوج کے لیے ضابطہ جاری کیا گیا

ادھر لڑکی کو واپس کیا اور گھر میں آ کر فاروق اعظمؓ نے اہلیہ محترمہ سے یہ پوچھا کہ اگر

نوجوان لڑکی کی شادی ہو اور نوجوان ہی خاوند ہو اور دونوں میں جدائی کر دی جائے تو کتنے دن تک وہ صبر کر سکتے ہیں کہ اس کے بعد بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ فرمایا: تین مہینے سے زیادہ عورت صبر نہیں کر سکتی۔ یہ الگ چیز ہے کہ اس کا دین مضبوط ہو۔ اس میں حیاء ہے اور اپنے اخلاق کی وجہ سے صبر سے برسہا برس بلکہ عمر بھر گزار دے۔ یہ عوارض کی بات ہے گفتگو طبعی جذبات کے اوپر ہو رہی تھی۔ طبعی جذبات کے اعتبار سے فرمایا کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ تین ماہ کے بعد بدکاری میں مبتلا ہو جائے، اگر کوئی دین و دیانت مانع نہ ہو۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اب سرکاری آرڈر جاری کیا۔

''جن شادی شدہ جوانوں کو جنگ پر بھیجا گیا ہے۔ انہیں تین مہینے کے اندر واپس کیا جائے اور ان کی جگہ دوسری سپاہی بھیجے جائیں تین مہینے یا تین مہینے سے زیادہ کسی نوجوان کو نہ رکھا جائے، جس کی شادی ہو چکی ہو اور امکانی حد تک ان جوانوں کو فوج میں بھیجنے کی کوشش کی جائے۔ جو شادی شدہ نہ ہو، تا کہ یکسوئی کے ساتھ جہاد کر سکیں، اور شادی شادہ ہو تو انہیں تین مہینے کے اندر اندر فوراً واپس کیا جائے۔

☆☆☆

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

پچھلے دنوں برطانیہ کی برسر اقتدار ٹوری پارٹی کے رکن پارلیمنٹ اسٹیفن ملی گان (Stephen Miligan) کی پر اسرار موت عالمی اخبارت ورسائل میں موضوعِ گفتگو بنی رہی، امریکی رسالے ''ٹائم'' (۲۱ر فروری ۱۹۹۴ء) کے مطابق ۴۷ر سالہ اسٹیفن ملی گان کی حیثیت برطانیہ کی پارلیمانی سیاست میں ایک ابھرتے ہوئے ستارے کی سی تھی، لیکن پچھلے دنوں وہ اپنے باورچی خانے میں اچانک مردہ پائے گئے، اور مردہ بھی اس پر اسرار حالت میں کہ ان کے جسم پر کپڑے نام کی اگر کوئی چیز تھی تو وہ صرف ان کی ٹانگوں میں زنانہ ساق پوش (Stockimgs) اور گارٹر بلیٹ تھی، جسم پر کسی زخم یا تشدد کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، نہ اس بات کی کوئی علامت تھی کہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔

ماہرین نے ان کی موت کے اسباب کا کھوج لگایا تو پتہ چلا کہ نہ انہیں کسی نے قتل کیا ہے، اور نہ انہوں نے جان بوجھ کر خودکشی کی ہے، بلکہ وہ خود اپنی حد سے بڑھی ہوئی لذت پسندی کا شکار ہوئے ہیں، ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ خود لذتی (Solo Sex) کے ایک ایسی عمل میں مشغول تھے جس میں زیادہ سے زیادہ لذت کے حصول کی خاطر دماغ کو آکسیجن کی سپلائی کم ہو جاتی ہے، انہوں نے یہ عمل اس طرح جاری رکھا کہ دماغ آکسیجن سے بالکلیہ محروم ہو گیا، اور اس کے نتیجہ میں ان کی موت واقع ہو گئی۔

مغربی ممالک میں اس قسم کی جنسی جنونیت کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں، ''ٹائم'' کے حالیہ شمارے (۲۸ر فروری ۱۹۹۴ء) میں بھی اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ پچھلے چند ہفتوں میں نوری پارٹی کے چھ ارکان پارلیمنٹ کے جنسی اسکینڈل منظر عام پر آئے

ہیں جن کی انتہاء اسٹیفن ملی گان کی موت پر ہوئی ہے۔

اس واقعے میں، اور اس جیسے سینکڑوں دوسرے واقعات میں جو مغربی ممالک میں روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں، عبرت کا پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسے معاشرے میں نہیں ہو رہا جو جنسی لذت کے حصول کے لیے قید و بند کا شکار ہو، اور اس مقصد کے لیے معمول کے راستوں سے محروم اور مایوس ہونے کے بعد غیر معمولی راستوں کو اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا ہو، بلکہ یہ سب کچھ اس ماحول میں ہو رہا ہے جسے دنیا بھر میں اباحیت پسند معاشرہ ('Permissive Society) کہا جاتا ہے، جہاں فرد کی آزادی کو اتنا وسیع مفہوم دیا گیا ہے کہ مذہب و اخلاق کی تمام قدریں اس پر قربان کر دی گئی ہیں، جہاں نفسانی خواہشات کی تکمیل پر سب سے کم پابندیاں ہیں، جہاں جنسی لذتوں کے دروازے چوپٹ کھلے ہیں، اور ان کے اردگرد مذہب و اخلاق کا کوئی قابلِ ذکر پہرہ نہیں ہے۔

لیکن لذت اندوزی کی اس کھلی چھوٹ کے باوجود لوگ ہیں کہ انہیں اب بھی قناعت اور قرار حاصل نہیں، وہ اب بھی معمول کی حدیں پھلانگنے کی فکر میں ہیں، اور جنسی جرائم کی تعداد ان ممالک میں دنیا بھر سے زیادہ ہے۔

اس صورتِ حال کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ جنسی جذبہ جب اعتدال سے آگے بڑھتا ہے تو اسے کسی حد پر روکنا ممکن نہیں ہوتا۔ مغربی دنیا کے حالات اس کے گواہ ہیں کہ جنسی لذت کا شوق فطرتِ سلیمہ کی سرحد پار کرنے کے بعد ایک نہ مٹنے والی بھوک اور نہ بجھنے والی پیاس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ انسان کو اس بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد لطف و لذت کے کسی درجے پر صبر نہیں آتا۔ وہ انسانیت و شرافت کی ایک ایک قدر کو جھنجھوڑ ڈالتا ہے، پھر بھی اسے قناعت نصیب نہیں ہوتی، اور اس کی مثال استسقاء کے اس مریض کی سی ہوتی ہے جو آس پاس کے سارے گھڑے خالی کرنے کے بعد بھی پیاسا دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

اس مغربی دنیا میں جہاں لذت پرستی کے نت نئے واقعات روزانہ رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بھی بہت بھاری تعداد ہے جو اس صورت حال پر نہایت پریشان ہے، وہ سوچتی ہے کہ انسان کی پرائیویٹ زندگی کی خواہشات پر بھی کوئی روک ضرور ہونی چاہئے جو اسے معقولیت کی حدود میں رکھ سکے، لیکن ''معقولیت کی حدود'' کیا ہیں؟ اور ان کے تحفظ کے لیے کس قسم کی ''روک'' کارآمد ہوسکتی ہے؟ ان سوالات کا کوئی جچا تلا جواب ان کے پاس نہیں ہے، اور مابعد الطبیعت (Metaphysics) سے کلی طور پر منہ موڑ لینے کے بعد ان کے پاس کوئی ایسا پیمانہ بھی نہیں ہے جو جائز اور ناجائز اور خیر اور شر کے درمیان واضح خطِ امتیاز کھینچ سکے، انہوں نے یہ خطّ امتیاز کھینچنے کے لیے نری عقل کو استعمال کرنا چاہا، لیکن انسانیت کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وحیِ الٰہی کی رہنمائی سے آزاد ہونے کے بعد انسانی عقل عموماً اپنی نفسانی خواہشات کی غلام بن جاتی ہے، چناں چہ وحی کے نور سے محروم یہ عقل دھیرے دھیرے انسان کو خواہشات کی اس بھول بھلیاں تک لے آئی جہاں اس کے پاس بھٹکنے اور بھٹکتے رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

چاہے کوئی شخص یہ بات مانے یا اسے نہ مان کر اپنا ہی نقصان کرے، حقیقت تو یہی ہے کہ دنیا کی اس محدود زندگی میں ''لذتِ کامل'' کا حصول ہی ناممکن ہے، یہاں ہر خوشی کے ساتھ غم، ہر راحت کے ساتھ تکلیف اور ہر لذت کے ساتھ کدورت کا کانٹا لگا ہوا ہے، اربوں انسانوں کی اس بھری پوری دنیا میں کوئی نہیں ہے جسے ''لذتِ کامل'' کی وہ معراج حاصل ہوگئی ہو جس کے بعد اس کے دل میں مزید کی خواہش نہ ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص یہاں لذت وراحت کے ایسے منتہائے کمال (Climax) کا طالب ہو جس کے بعد لذت وراحت کا کوئی اور درجہ باقی نہ ہو تو وہ ایک ناممکن شے کی تلاش میں اپنی جان دے سکتا ہے، مگر اپنا گوہر مقصود حاصل نہیں کرسکتا۔

لہٰذا انسان کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو کسی حد پر روک کر کسی جگہ ٹھہرنا ضروری ہے۔ اسی ٹھہرنے کا نام ''قناعت'' ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حق شناس نگاہ عطا کرے تو یہ ''قناعت'' ہی وہ اعلیٰ

ترین لذت ہے جو اس دنیا میں رہ کر حاصل کی جا سکتی ہے۔ قصیدۂ بردہ کے مشہور صوفی شاعر علامہ بوصیری نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ

النفس کالطفل ان تھملہ شب علی

حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

انسانی نفس کی مثال دودھ پیتے بچے کی سی ہے، اگر تم اسے بے روک ٹوک چھوڑے رکھو تو وہ بوڑھا ہو جائے گا، مگر شیر خواری کی محبت اس کے دل سے نہیں نکلے گی، لیکن اگر تم اس سے دودھ چھڑوانا چاہو گے تو وہ چھوڑ بھی دے گا۔

سوال اب صرف یہ ہے کہ وہ کون سی حد ہے جس پر انسانی نفس کو روکا جائے؟ اور اس سوال کا صحیح جواب وحی الٰہی سے رہنمائی حاصل کیے بغیر ممکن نہیں، اگر اس بات پر ایمان ہے کہ انسان اور اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات کسی نے پیدا کی ہے، تو اس ایمان کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اس سوال کا جواب اسی پیدا کرنے والے سے معلوم کیا جائے، یہ عجیب بات ہے کہ آج بھی ہر امریکی ڈالر پر یہ جملہ چھپا ہوا ہے کہ In God We trust (یعنی ہم خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں) لیکن اس فقرے سے باہر نہ صرف یہ کہ اس ''خدا'' پر بھروسے کا کوئی مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا، بلکہ زندگی کے ہر اہم مسئلے میں اس کو کلی طور پر خارج از بحث قرار دینے کو وقت کا فیشن بنالیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر واقعی تم اس خدا پر بھروسہ کرتے ہو، تو کیا اس نے یہ کائنات پیدا کر کے انسان کو خواہشات کے گھپ اندھیرے میں چھوڑ دیا ہے؟ کیا اس نے تمہیں اس گھپ اندھیرے میں راستہ تلاش کرنے کے لیے کوئی روشنی فراہم نہیں کی؟ اگر اس نے واقعی تمہیں اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے تو کیا وہ واقعۃً بھروسے کے لائق ہے؟ اور اگر یہ بھروسہ رکھتے ہو کہ اس نے کوئی روشنی تمہارے لیے ضرور بھیجی ہوگی، تو اس روشنی کو تلاش کرنا یقیناً چاند اور مریخ پر کمندیں ڈالنے سے زیادہ ضروری ہے، کیوں کہ اس روشنی کے بغیر تمہاری زندگی کا سفر ٹھیک ٹھیک نہیں ہو سکتا، شاعر

مشرقؒ نے برسوں پہلے کہہ دیا تھا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا

پھراس قسم کے واقعات میں ہمارے لیےایک لمحۂ فکریہ ہے۔آج مغرب جس مقام پر کھڑا ہےاور جہاں سے واپسی کی سوچ کے باوجودواپس نہیں ہو پارہا، وہاں وہ ایک دم سے راتوں رات نہیں پہنچ گیا تھا، بلکہ اسے یہاں تک پہنچنے میں ایک طویل عرصہ لگا ہے، ابتداء میں وہاں بھی شرم وحیاء،عفت وعصمت اور پاک دامنی کی وہی اہمیت تھی جومشرقی ،اور بالخصوص مسلم معاشروں میں پائی جاتی ہے،لیکن گوناگوں اسباب کےتحت وہاں لبرلزم کا جوسیلاب اٹھا،اس نے جس طرح بہت سی توہم پرستیوں کے خلاف کامیاب لڑائی لڑی، وہاں وہ آزادی کے جوش میں بہت سی ایسی قدروں کوبھی بہالے گیا جومعاشرے کےاخلاقی استحکام کے لیے ناگزیر تھیں۔شروع میں بظاہر کچھ بےضرر سی تبدیلیاں لائی گئیں جن کے دوررس اثرات اس وقت محسوس نہ ہوسکے،لیکن جب اخلاقی رکاوٹوں کا بند ایک مرتبہ ٹوٹا،تو پھر وہ ٹوٹتا ہی چلا گیا،اوراسے کسی حدپرروکنا ممکن نہیں رہا۔

آج ہمارے معاشرے میں بھی لبرلزم کے نام پرتیزی سے ایسی تبدیلیاں لانے کی کوشش جاری ہیں جن کا رخ وہی ہے جومغرب کےلبرلزم نے اختیار کیا تھا،بعض اوقات ان تبدیلیوں کو معمولی اور بےضرر قرار دینے کے لیے بڑے دلائل دئے جاتے ہیں، بالخصوص عورت کے معاشرتی کردار کے حوالے سے جوفکراس وقت ہمارے پڑھے لکھے حلقوں میں عام ہورہی ہے،

اس کی سمت ٹھیک وہی ہے جس سے مغرب نے اپنی بے راہ روی کے سفر کا آغاز کیا تھا، جب دو مختلف سمتوں میں سفر کرنے والی ریل کی پٹریاں ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں تو دونوں کے درمیان چند انچ سے زیادہ کا فاصلہ نہیں ہوتا، لیکن جب کوئی شخص اس فاصلے کو معمولی سمجھ کر بدلی ہوئی پٹری پر سفر جاری رکھے تو بہت تھوڑے سے عرصے میں دونوں پٹریوں کے درمیان سینکڑوں میل کا فرق پڑ جاتا ہے، اور وہ اپنی صراط مستقیم سے کہیں دور جا نکلتا ہے۔

لہذا ہم اس وقت ایک انتہائی نازک دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ذرا سی غفلت اور بے پروائی ہمیں اپنی منزلِ مقصود سے بہت دور لے جاسکتی ہے۔ ایسے مواقع پر معاشرے کے اخلاقی ڈھانچے اور ملت مسلمہ قدروں میں کسی بھی تبدیلی کو معمولی سمجھ کر اسے لاپروائی کی نذر کرنا اجتماعی خودکشی کے مرادف ہوسکتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں ہمیں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہئے۔

کوئی شک نہیں کہ زندگی ہر دم رواں پیہم دواں ہے، اس میں بھی شک نہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں بہت سی تبدیلیاں زندہ رہنے کے لیے ناگزیر بھی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اپنی زندگی کے تمام اصولوں کو اس خراد پر گھس دیا جائے، ہمیں "خذ ما صفا ودع ما کدر" (صاف چیز کو لے لو، اور مکدّر کو چھوڑ دو) کے اصول پر انتہائی احتیاط اور باریک بینی سے عمل کرنا ہے، اور اس کے لیے ہمارے پاس قرآن وسنت کی روشنی موجود ہے، جس کے ذریعے ہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرسکتے ہیں، بشرطیکہ ہم زندگی کے ہر مسئلے کا حل دوسروں کے نقوشِ قدم میں تلاش کرنے کی عادت چھوڑیں۔

اور اپنی گدڑی میں چھپے ہوئے اس لعل سے آگاہ ہونے کی کوشش کریں جو آج بھی ہمارے لیے بہترین سرمایۂ ہدایت ہے۔

☆☆☆

فقه و فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری دامت برکاتہم

مستعمل قبرستان میں مٹی بھرنے سے پیدا ہونے والے سوالات

سوال: موجودہ حالات اور ماحول کے پیش نظر مندرجہ ذیل حالت اور سخت پریشانی کے عالم میں ٹریکٹر، ٹرولی کے ذریعے پورے قبرستان میں تین فٹ کے بہ قدر مٹی بھر کے زمین کی سطح اونچی کرنے کے سلسلے میں مفتیان کرام قرآن پاک اور شریعت کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں؟ صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سالوں سے درج ذیل تکالیف اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

ہمارے گاؤں میں تقریباً ۳۰۰/سال پرانا صرف ایک قبرستان ہے، اس کا رقبہ تقریباً ۴۲/ گنٹھا کے بقدر ہے۔ فی الحال گاؤں میں مسلمانوں کے تقریباً ۵۰۰/مکانات ہیں، گاؤں تحصیل کی طرح ہونے کی وجہ سے تجارتی اعتبار سے ترقی ہوتی رہتی ہے۔ سوراشٹر اور وسطِ گجرات کو جوڑنے والا ہائی وے گاؤں سے نکلتا ہے، جس کی وجہ سے مستقبل میں بھی مسلم آبادی کے بڑھتے رہنے کی قوی امید ہے۔

(۱) قبرستان موجودہ مسلمان آبادی کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے، اور پرانا ہونے کی وجہ سے بھر چکا ہے، پورے قبرستان میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں ماضی میں کسی میت کو دفنایا نہ گیا ہو۔

(۲) کافی عرصے سے جب بھی نئی قبر کھودی جاتی ہے تو اس سے سابقہ میت کے اعضاء برآمد ہوتے ہیں، جنہیں ایک طرف رکھ کر اسی قبر میں میت کو دفن کر دیا جاتا ہے۔

(۳) قبرستان کی زمین کے اطراف کی زمینیں اور سڑک، راستے کی سطح سے نیچے ہیں،

قبرستان کو لگ کر گذرنے کی وجہ سے گاؤں کے گندے پانی کے پرنالے میں سال بھر پانی رہتا ہے، بارش کے موسم میں بارش کا پانی بھی اسی پرنالے سے بہتا ہے، قبرستان میں مہینوں تک پانی بھرا ہوا رہتا ہے، اس وقت میت کا دفنانا مشکل ہونے کی وجہ سے میت کو باہر لے جانا پڑتا ہے۔

(۴) مذکورہ قبرستان میں سال بھر ہر موسم میں پانی رہنے کی وجہ سے دو سے تین فٹ کھونے پر پانی نکل آتا ہے، اس بنا پر میت کو پانی اور کیچڑ میں دفن کرنا پڑتا ہے۔ میت کے اعزہ واقربا کے لیے یہ مرحلہ نہایت غمناک ہونے کے باوجود مجبوراً برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(۵) گاؤں کے اس چھوٹے سے قبرستان میں بہت سے لوگوں نے تقریباً پچھلے ۱۵؍سال سے مرحوم رشتہ دراوں کی نشانی کے طور پر قبر کے سرہانے تختی لگانے کی شروعات کی ہے، جو روز افزوں ہے۔ آبادی کے بالمقابل قبرستان بہت چھوٹا اور تنگ ہے، قبر پر قبر بنتی جارہی ہے، ایسے موقع پر مرحومین کی نشانی باقی رکھنے کے لیے کتبہ لگانے کی وجہ سے بہت سی جگہ دائمی طور پر رک جاتی ہے، اور اس جگہ پر سالوں کے بعد بھی قبر بنانا ممکن نہیں ہے، جس کی وجہ سے پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

(۶) گاؤں پنچایت کی طرف سے موجودہ قبرستان کے پڑوس سے گذرنے والے پرنالے پر شوپنگ سینٹر بنانے کی کوشش جاری ہے، تعمیری کام مکمل ہونے کے بعد پرنالے سے نکلنے والے پانی میں رکاوٹ پیدا ہونے سے دشواریوں میں زیادتی کا اندیشہ ہے۔

(۷) قبرستان کے لیے دوسری زمین خریدنے کی بہت کوشش ہوئی ہے، البتہ گاؤں سالوں سے فرقہ واریت کی زد میں ہونے کی وجہ سے قبرستان کے لیے زمین دستیاب نہیں ہے۔ گاؤں کی ترقی کے پیش نظر اس کے چوطرف راستے سے متصل زمین ایک گنٹھا=۲؍لاکھ روپے کی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہے۔ اس سے قبل راستے کے اندرونی حصے میں قبرستان کے لیے نئی زمین خریدی تھی، لیکن آمد ورفت کے لیے اور زمین کے اڑوس پڑوس مذکورہ زمین کو بہ طورِ قبرستان

استعمال کرنے پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری منظوری ملنا دشوار ہونے کی بنا پر مجبوراً بیچ دی گئی ہے۔قبرستان کے لیے خریدی ہوئی زمین کے اطراف کی زمینیں کوئی شخص رہائش کے طور پر اور دیگر ضروریات کے لیے خریدنے پر آمادہ نہیں ہوتا، لہذا نئے قبرستان کے لے اسی قیمت پر زمین دستیاب نہیں ہے۔قبرستان کے لائق زمین کسی مسلمان یا کسان کے پاس موجود نہیں، اور غیر قوم مسلمانوں کو قبرستان کے لیے زمین بیچنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہے۔حکومت کے ماتحت گوشالہ وغیرہ کی زمینیں بھی گاؤں سے کافی دور ہونے کے باوجود قبرستان کے لیے نہیں مل سکتی، کافی کوشش کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان کے لیے نئی زمین حاصل کرنا تقریباً ناممکن اور دشوار ہے۔

(۸) قبرستان گاؤں کے صدر گیٹ سے متصل ہے، مستقبل میں حکومتی اختلاف کی وجہ سے مسلم سماج سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھینا جاسکتا ہے، نیز قبرستان کے قریب مسلمانوں کے مکانات نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی موجودگی نہیں ہوتی۔

(۹) موجودہ قبرستان سے قبل مستعمل قبرستان، گاؤں کے بازار کے وسط میں واقع مسجد کے سامنے ہے۔فی الحال ''تکیہ'' نام سے معروف ہے، وہاں مکانات بن گئے ہیں، جن کو خرید وفروخت کر کے لوگ وہاں رہتے ہیں، جس میں کافی عرصے سے میت کو دفنایا نہیں جاتا۔موجودہ قبرستان کے چوطرف تعمیری کام اور راستے کشادہ کرنے کا کام جاری رہتا ہے، لہذا مستقبل میں اس قبرستان کی صورتِ حال بھی سابقہ بند شدہ قبرستان جیسی ہوسکتی ہے، لہذا موجودہ قبرستان کی حفاظت کے لیے اسی قبرستان میں مٹی بھروا کر دائمی طور پر استعمال کرنا ازبس ضروری ہے۔

(۱۰) مذکورہ بالا صورتِ حال کے مطابق موجودہ قبرستان میں ۳/فٹ کے بہ قدر نئی مٹی بھر دی جائے، تو چار، ساڑھے چار فٹ تک قبر کھودنے پر بھی پرانی میت کی ہڈیاں اور پانی نہ نکلنا ممکن ہے، اور میت کو بھی پانی یا کیچڑ میں دفنانے سے بچایا جاسکتا ہے۔

(۱۱) بایں ہمہ نقشے کے مطابق موجودہ قبرستان کے تینوں طرف غیر قوموں کا رائس مل، رہائش کی سوسائٹیاں، کمپاؤنڈ وال وغیرہ تعمیر ہو چکے ہیں، لہذا ان تین جانبوں سے قبرستان میں مٹی لانا مشکل ہے۔ قبرستان میں مٹی بھرنے کے لیے صدر گیٹ سے ہی مٹی لائی جاسکتی ہے، قبرستان کا صدر گیٹ روڈ کراسنگ سرکل سے متصل ہونے کی بنا پر وہاں دن بھر اور رات دیر تک ٹریفک رہتی ہے۔ دن میں بار بار ٹریفک جام ہو جاتی ہے، ٹریفک انتظام کے لیے ہمیشہ پولیس رہتی ہے، لہذا صدر گیٹ کے باہر یا اندر مٹی جمع کر کے انسانوں یا جانورں کے ذریعہ ڈالنا دشوار گزار امر ہے، لہذا ٹریکٹر یا ٹرالی وغیرہ قبرستان میں لے جانا ناگزیر ہے۔ ٹریکٹر یا ٹرالی کو قبرستان میں داخل کرانے یا باہر نکالنے میں قبروں سے بچانا مشکل ہے، پورے قبرستان میں مٹی بھرنے کا کام ٹریکٹر وغیرہ کے ذریعے کیا جائے تو قبروں پر سے گذرنا پڑتا ہے۔ تو اس طریقے پر ٹریکٹر یا ٹرالی وغیرہ کے ذریعے مذکورہ قبرستان میں مٹی بھری جاسکتی ہے یا نہیں۔

(۱۲) موجودہ قبرستان کو استعمال کرنے کے لیے زمین کی سطح کو مٹی بھر کر اونچا کرنے کے علاوہ چارۂ کار نہیں، نئے سرے سے مٹی بھر کر پرانی قبروں اور کتبوں کو ڈھانک کر سابقہ میت کو اثر نہ پہنچے، اس طرح ان جگہوں کو نئی قبر بنانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۳) مذکورہ قبرستان بہت چھوٹا اور تنگ ہونے کے ساتھ قبروں سے بھرا ہوا ہے، جس کی وجہ سے نمازِ جنازہ بھی عامۃً باہر راستے پر چاروں طرف کی ٹریفک روک کر ادا کرنی پڑتی ہے۔ بارش کے موسم میں راستے پر پانی اور کیچڑ ہونے کی وجہ سے اس کو صاف کرنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، لہذا مذکورہ قبرستان کے اندر کے حصے میں صدر گیٹ کے نزدیک پرانی قبروں کو مٹی سے بھر کر اس پر چبوترہ تعمیر کر کے خیمے کی شکل دے کر نمازِ جنازہ اس میں ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس قریبی علاقے میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ کو فرض نمازوں کے لیے بہ طورِ عبادت گاہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(مذکورہ بالا مسائل کو حل کر کے تحریراً جواب دینے کی گنجائش ہے۔ اللہ آپ حضرات کی خدمت کو قبول فرمائے، دارین میں اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔)

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مندرجۂ ذیل چار چیزوں کا شرعی حکم جاننا چاہتے ہیں:

(۱) پورے قبرستان میں مٹی بھر کر تیار ہونے والی زمین میں مُردوں کو دفن کرنے کے سلسلے میں۔

(۲) مٹی بھرنے کے ٹریکٹر یا ٹرک کو قبرستان کی قبروں پر سے گزارنے کے سلسلے میں۔

(۳) لوگوں نے اپنے اعزہ واقربا کی قبروں پر یادداشت کے لیے جو کتبے لگائے ہیں ان کو ڈھانک دینے کے سلسلے میں۔

(۴) جنازے کی نماز پڑھنے کے لیے قبرستان میں ہی صدر گیٹ سے متصل چبوترے کی تعمیر کے سلسلے میں۔ اور اسی چبوترے کو فرائض کے لیے بہ طورِ عبادت گاہ استعمال کرنے کے سلسلے میں۔

آپ کے ان سوالات کے جوابات بالترتیب دیے جاتے ہیں۔

(۱) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب مین حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ جب یہ بات متحقق ہے کہ اس قبرستان میں کثرتِ موتی کی وجہ سے جگہ نہیں رہی تو اب اس قبرستان کو چھوڑ کر کوئی دوسری زمین دفن موتی کے لیے اختیار کرنی چاہئے، اور جب تک یہ ظنِ غالب نہ ہوجائے کہ یہ قبرستانِ اول کے مردے بوسیدہ ہوکر خاک ہوگئے ہوں گے، اس وقت تک یہاں دوسرے مردے دفن نہ کیے جائیں۔ پس جو صورت اہل محلّہ نے اتفاق سے طے کی ہے، بدون سخت ضرورت و مجبوری کے جائز نہیں، پس مجبوری اور ضرورت کو ظاہر کیا جائے۔ کیا

دوسری زمین دفنِ موتی کے لیے میسر نہیں آسکتی؟ (امدادالاحکام ۳/ ۲۷۶، ۲۷۷)

مذکورہ جواب میں سوال کرنے والوں نے دوسری جگہ میسر نہ ہونے کی وضاحت نہیں کی ہے، لہذا جواب میں ان سے وضاحت چاہی گئی، البتہ آپ نے اپنے سوال میں واضح طور پر بتلایا ہے کہ دوسری کوئی جگہ دفن موتی کے لیے میسر نہیں ہے۔ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے، تو آپ موجودہ قبرستان میں مٹی بھر کر اس کی سطح ۳ رفٹ کے بہ قدر اونچی کر کے از سرِ نو قابل استعمال بنا سکتے ہیں۔

(۲) پرانے قبرستان میں کافی عرصے سے دفن موتی کا سلسلہ موقوف رہا اس میں جا بہ جا خار دار درخت اور پودوں کی صفائی، نیز جگہ جگہ پر گڑھوں کے پُر کرنے کے لیے قبرستان میں ٹریکٹر یا بلڈوزر چلانے کے سلسلے میں کیے جانے والے ایک سوال کے جواب میں حضرت سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے یہاں کا وقف قبرستان بہت قدیم ہے، آپ حضرات اس کی صفائی اور ہموار کرنا چاہتے ہیں، لیکن ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے مُردوں اور قبروں کا احترام باقی رہے۔ قبروں کی بے حرمتی اور بے ادبی کرنا، قبروں کے اوپر چلنا، بیٹھنا، ٹیک لگانا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: **عن جابر رضی الله عنه: نهی رسول الله ﷺ ان يجصص القبر و ان يبنى عليه و ان يبنى عليه و ان يقعد عليه ، رواه** مسلم (مشکوۃ/ص ۱۴۸، باب دفن المیت)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، قبروں پر عمارت بنانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال سول الله ﷺ : لان يجلس احدكم على جمة فتحريق ثيابه فتخلص الى جلده خير له من ان يجلس على قبر. رواہ مسلم (مشکوۃ/ ۱۴۸، باب دفن المیت)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی

آگ کے انگارے پر بیٹھے، جس سے اس کے کپڑے جل جائیں، اور آگ کا اثر اس کے جسم تک پہنچ جائے، یہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

غور کیجئے! قبر پر بیٹھنے سے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے۔

عن ابی مرثد الغنوی رضی الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ لاتجلسوا علی القبور ولاتصلوا الیها. رواہ مسلم (مشکوۃ/ ۱۴۸)

ترجمہ: حضرت ابومرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو، اور قبروں کی طرف رخ کر کے نماز مت پڑھو۔

عن عمرو بن حزم رضی الله عنه قال: رانی النبیﷺ متکئا علی قبر فقال: لاتؤذ صاحب هذا القبر. (مشکوۃ/ص۱۴۹)

ترجمہ: حضرت عمرو بن حزمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے مجھے قبر پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس صاحب قبر کو تکلیف مت پہنچاؤ

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول اللهﷺ قال: کسر عظم المیت ککسره حیا. (مشکوۃ/ص۱۴۹، باب دفن المیت)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: مُردے کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے مماثل ہے۔

مندرجہ بالا حدیثوں کو بار بار پڑھئے۔ اسلام میں مُردہ اور قبروں کا کس طرح احترام ہے، وہ ان حدیثوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بلڈوزر یا ٹریکٹر سے صفائی کرنے میں قبروں کی بے حد توہین اور بے ادبی ہوگی۔ قبر پر چلنے اور ٹیک لگا کر بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے، تو بلڈوزر اور ٹریکٹر چلانے کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۸۲/۸، ۱۸۳)

لہذا مٹی بھرنے کے لیے ٹریکٹر یا ٹرک کو قبروں پر سے گزارنے کی اجازت نہیں دی

جاسکتی۔آپ نے جو وجوہات پیش کی ہیں، آج کے اس مشینی دور میں کون سا کام ناممکن ہے؟

(۳) قبر پر بہ طورِ یادداشت مُردے کے نام کا کتبہ لگانے کی گنجائش تو ہے، لیکن جب قبرستان میں مردوں کو دفن کرنے ہی کی تنگی ہے، اور قبرستان وقف ہونے کی وجہ سے زائد از ضرورت جگہ روکنا درست نہیں ہے، تو پھر اس طرح یادداشت کے لیے کتبے لگانا، قبرستان وقف کرنے کے بنیادی مقاصد میں خلل ڈالنا ہے، کیسے اجازت ہوسکتی ہے؟ گنجائش کا مطلب یہی ہے کہ کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو اس کام کی اجازت ہے، جب کہ صورتِ مسئولہ میں ان کتبوں کی وجہ سے قبرستان میں زیادہ تنگی پیدا ہورہی ہے، لہذا گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس وجہ سے مٹی بھرنے کے وقت ان کتبوں کو ڈھانک دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ان کتبوں والی قبروں کے اعزہ واقربا کو اس پر اعتراض کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، البتہ مٹی بھرنے سے قبل وہ لوگ اپنے کتبے اپنے گھر لے جانا چاہیں تو اجازت ہے۔

(۴) قبرستان جب وقف ہے، اور مُردوں کو دفن کرنے کے لیے ہی وقف کیا گیا ہے، اس بنیادی مقصد کے پورا کرنے میں بھی تنگی پیدا ہورہی ہے، تو پھر جنازے کی نماز پڑھنے کے لیے وہاں چبوترہ تعمیر کرنا اور اسے فرض نماز کے لیے استعمال کرنا، تنگی میں اضافہ کرنا ہے، بلکہ فرض نمازوں کو شروع کرنے کی صورت میں قبرستان کے بنیادی مقاصد میں رکاوٹ پیدا ہونے کے امکانات ہیں، لہذا وہاں چبوترہ تعمیر کرنے کے بہ جائے قبرستان کے قریب کوئی جگہ خرید کر وہاں شیڈ بنا کر اسے اس کام میں استعمال کیا جائے۔ آپ نے سوال میں غیر مسلموں کی جانب سے پیش آنے والی جو دشواریاں لکھی ہیں، ان کا تعلق قبرستان کے طور پر زمین استعمال کرنے سے ہے، نماز کے لیے استعمال کرنے سے نہیں، اس جگہ کو وقف کرنا بھی ضروری نہیں، وقف کے بغیر جماعت کی ملکیت میں رکھ کر وہاں جنازے کی نماز اور فرائض کی انجام دہی کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ أعلم

☆☆☆

شذرات

مفتی ناصرالدین صاحب مظاہری
استاذ مظاہرعلوم وقف سہارنپور

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے

وہ جن کو اپنی طاقت وقوت پر گھمنڈ ہے، جنھیں اپنی افرادی، عسکری، لشکری اور بھاری بھرکم اسلحوں پر غرور ہے، جو فرعون اور نمرود کے حشر سے غافل ہیں، جو اپنی طاقت کے آگے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی قوت کو للکارتے ہیں، تمرد اور سرکشی، ظلم و ناانصافی کے باعث اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتے ہیں، جو ہمیشہ ظالموں کے شانہ بشانہ چلتے اور مظلوموں کے خون سے ہولیاں کھیلتے ہیں کب اللہ کی پکڑ آجائے کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

زیادہ دن نہیں گزرے امریکہ کے ایک بڑے شہر میں پانی کے ذریعہ ایسی تباہی آئی تھی کہ سابقہ ریکارڈ ٹوٹ گئے تھے ابھی اس تباہی و بربادی سے ظالموں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ پھر قدرت کی زبردست مار اُن پر پڑی اور بھیانک آگ کے شعلوں اور لپٹوں سے امریکہ کا ایک شہر لاس اینجلس جل اٹھا، یہ آگ جہنم کا منظر پیش کررہی ہے، ایک تو بھیانک آگ سے بڑے بڑے مکانات، پلازے، حویلیاں، ولاز اور کوٹھیاں دھڑا دھڑ خاکستر ہورہی ہیں دوسری طرف اس آگ کو مزید دہکانے، بھڑکانے اور ظالموں کو ان کے انجام تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسلط کردیا، آگ اتنی تیز، شدید اور خطرناک ہے کہ دور دور تک آگ، دھواں اور راکھ سے زمین سیاہ نظر آتی ہے یہاں تک کہ پانچ چھ سو کلومیٹر دور واقع سان فرانسسکو کے لوگوں کو دھویں کی وجہ سے سانس لینا مشکل ہو گیا ہے۔

یہ وہ شہر ہے جس کو دولت اور امارت میں امریکہ کی ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے، یہ وہ شہر ہے جہاں امریکہ کے فلمی افراد رہتے ہیں، جہاں ہر قسم کے ظاہری انتظامات تھے، لیکن خدا کو للکارنے والے، مشرق وسطی کو آتش و آہن سے تڑپا دینے کی دھمکی دینے والے خودسر، متکبر حکمراں کی دھمکی ان ہی پر الٹ گئی، اس آگ کے باعث امریکہ کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے، لاس اینجلس میں راکھ کے ڈھیر ہیں، ہرا بھرا اور خوبصورت شہر چند دن میں نمونۂ عبرت بن چکا ہے، ہرے درخت سوکھی لکڑی کے مانند چلتے دنیا نے دیکھا ہے، وہ لوگ جن کو اللہ تعالی نے عقل دی ہے، فہم دیا ہے ،بصیرت دی ہے، وہ توبہ واستغفار میں لگ گئے اور وہ لوگ جن کے دلوں پر اس ذات مطلق نے مہر لگا دی وہ اس کو اتفاقی حادثہ سمجھ کر جھوٹی تسلیوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ **اولا یرون انهم یفتنون فی کل عام مرة اومرتین ثم لایتوبون ولاهم یذکرون.**

کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمایا جاتا ہے پھر (بھی) نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت مانتے ہیں۔

یاد کیجیے سال گزشتہ غزہ کے نہتے مسلمان بھائیوں، بہنوں، بچوں اور گھروں پر اسی امریکہ کی شہ اور پشت پناہی میں اسرائیل نے پورے غزہ کو کھنڈر میں تبدیل کر دیا، تھا آج اللہ تعالیٰ نے اسی فرنگ کو اجاڑ دیا، بگاڑ دیا، زمین بوس کر دیا، نقصان اتنا بڑا ہے کہ دوبارہ پرانی حالت اور کیفیت تک پہنچنے کے لئے ایک زمانہ لگ جائے گا اسی کو حق سبحانہ وتقدس نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے **ومکروا مکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین**۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائیں اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

الٰہی تدبیریں کب کہاں کیسے کام کرتی ہیں کسی کو نہیں پتہ، وہ خشک زمین سے پانی نکالنے پر قادر ہے، وہ سمندروں میں آگ پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے، وہ ہواؤں کو عذاب بنا سکتا ہے ،وہ پہاڑوں کی جگہ سمندر پیدا کرنے پر قادر ہے، کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حکومت اور حاکمیت

سے الگ ہو۔اے اللہ! آپ ہی کی تو ذات ہے جو خشکی وتری کی مالک ہے، آپ ہی تو ہیں جو شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں، آپ ہی تو ہیں جو قلوب کے اندر نقش عبارت کو پڑھنے، دیکھنے، سمجھنے اور قلوب کو پھیرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

خدائی کا دعویٰ کرنے والے امریکہ کو سبق ملا ہے، خدائی صرف اللہ کی تسلیم ہے باقی سب خس وخاشاک کے مانند بے حیثیت ہیں، یاد کیجئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کنعان سے کہا تھا کہ میرے ساتھ میری کشتی میں سوار ہو جا، کنعان کو اپنے قد، اپنی قوت اور اپنے بازؤوں پر ناز تھا اس نے صاف منع کر دیا اور کہا کہ میں جودی پہاڑ پر چلا جاؤں گا، حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کے دن کوئی نہیں بچے گا سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔اس کے بعد پانی کا ایک ریلا آیا، موج آئی اور کنعان اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

امریکہ کے بعض لوگوں نے کہنا بھی شروع کر دیا ہے کہ یہ آگ غزہ کے معصوموں کی آہوں اوران کے خون ناحق کا نتیجہ ہے، یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کے لئے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب دیتے ہیں، **ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر لعلهم يرجعون۔**

یہ الٰہی نظام اور دستور ہے، انسان سمجھ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اس کو اس سے بڑی سزا میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ ڈرنے میں ہی ہمارے لئے عافیت ہے جو بھی اللہ تعالیٰ سے نڈر اور بے خوف ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے نشان عبرت بنا دیا۔

ظلم سے بچیں، ظالموں کا ساتھ دینے سے بچیں، اللہ تعالیٰ کے پاس عذاب دینے کی شکلیں اتنی ہیں کہ ہماری عقلیں بالکل فیل ہیں۔وہ آگ، ہوا، پانی، دھوپ، سردی، گرمی، برفباری، زلزلے، گرج ہر طرح سے ہمیں اپنی قوت وطاقت یاد دلاتا ہے اور فرماتا ہے: **الم يأن للذين**

آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ۔کیا اہل ایمان کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب یادخداوندی سے لرزنے لگیں؟۔

غازیان غزہ پر کرم فرما، ظالمان و عاصیان اور طاغیان کو ان کے ہر ظلم کا بدلہ دے، روئے زمین پر اپنی توحید کا غلغلہ اور بول بالا پیدا فرما۔توحید پرستوں کی حفاظت فرما۔

کنبھ میلے کی کچھ سچائیاں

۲۰۲۵ء میں بارہ سال بعدالہ آباد کے سنگم نامی مقام پر برادران وطن کا مذہبی میلہ منعقد ہوتا ہے، یہ میلہ مکمل طور پر مذہبی رنگ میں رنگا ہوتا ہے،اس بار میلے میں کسی بھی مسلمان کو جانے اورکوئی بھی چیز فروخت کرنے پر مکمل پابندی تھی ،شریعت پہلے سے ہی ایسی مشرکانہ جگہوں پر جانے سے منع کرتی ہے،قابل ذکر بات اس میلے کی یہ ہوئی کہ پہلے تو بھیانک آگ لگی جس میں بہت سے لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے پھر بھگدڑ کی وجہ سے ایسی افراتفری ہوئی کہ بے شمارلوگ کچل کر مر گئے ،غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق تین چار ٹرالیوں میں بھر کر مرنے والوں کے کپڑے جوتے وغیرہ لے جائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو للکارنے والے ہر جگہ ہر دور میں ذلیل اور رسوا ہوئے ہیں،امریکہ میں لگی آگ اب بھی قابو سے باہر ہے، پوری دنیا میں اپنی عسکری اور لشکری قوت پر گھمنڈی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بے دست و پا اہل غزہ سے ایسی شکست فاش دی ہے کہ پوری دنیا کا کفر بلبلا اٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے وہ تو وہی کرے گا جو چاہے گا لیکن ہم وہ نہیں کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے ۔ہم اپنے ایمان وعقیدہ کو کمزور سے کمزور تر کئے جا رہے ہیں، ہماری عبادات کا کیا حال ہے سبھی جانتے ہیں،ہمیں اپنے بچاؤ کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا چاہئے غافل ہیں، پورا کفر ہمارے مقابلہ کے لئے خیمہ زن اور میدان کارزار میں کود پڑا ہے،امریکہ کا نومنتخب

صدر ڈونالڈ ٹرمپ برملا مشرق وسطیٰ کو جلا دینے کی دھمکیاں دے رہا ہے پھر بھی سعودی عرب چھ ہزار ارب ڈالر سے امریکہ میں سرمایہ کاری کرنے خواہاں ہے۔

قطر، مصر اور امریکہ کی کوششوں سے غزہ میں وقتی اور عارضی جنگ بندی ہو تو گئی ہے مگر یہود کی تاریخ گواہ ہے یہ کبھی بھی اپنے عہد اور وعدوں کی پاسدار نہیں رہے، ان کی فطرت میں دھوکہ ہے، بدعہدی ہے، بے وفائی ہے، یہ ہرگز اسلام اور مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ،یہ میں نہیں کہتا خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ،ان سے دوستی اور تعلق سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ،پھر بھی کئی ممالک اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں ،کئی نے اپنے ملک میں اسرائیلی مصنوعات کو آنے اور کاروبار پھیلانے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے ،بعض لوگ غزہ کے مظلوم، مکروب، بے گھر اور بے سہارا مسلم بھائیوں کی مدد اور نصرت کے لئے نہیں پہنچے اور امریکہ کے لاس اینجلس تعاون کے لئے پہنچ گئے۔

یہ چیزیں خدائی غضب کو للکارتی ہیں، ہم اپنے خدا سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہمارے لئے استدراج اور ڈھیل کے موقع فراہم کر رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم محفوظ ہیں۔

☆☆☆

قسط چہارم

اسماء حسنٰی کے معارف

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی

اسمِ ذات کا استعمال

اذان اور نماز دونوں کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اختتام بھی۔

☆ اذان کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام بھی اللہ کے نام پر ہوتا ہے۔ موذن شروع میں اللہ اکبر کہتا ہے اور آخر میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔

☆ اسی طرح اقامت کی ابتداء بھی اللہ تعالی کے نام سے اور انتہاء بھی اللہ تعالی کے نام سے۔

☆ نماز کی ابتداء بھی اللہ کے نام سے اور انتہاء بھی اللہ کے نام سے۔ اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھتے ہیں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز مکمل کرتے ہیں۔

☆ انسان پر شیطان کا حملہ ہوتا ہے تو وہ اللہ سے مدد مانگتا ہے۔ چوں کہ اللہ تعالی کو شیطان سے ذاتی دشمنی ہے اس لیے جب دشمن کی بات چلی تو پروردگار نے اپنے بندوں سے کہا کہ تم نے پناہ مانگنی ہے تو پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم یوں پڑھو۔

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

جب تم یوں کہو گے تو میں پروردگار تمہیں اس دشمن سے پناہ عطا فرما دوں گا۔

☆ اللہ تعالی نے بسم اللہ میں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا۔ بچپن میں استاد بتاتے ہیں کہ الف کھڑی ہوتی ہے اور ''ب'' لیٹی ہوتی ہے۔ اس لیے جب بچے ب لکھتے ہیں تو وہ لیٹی ہوتی ہے۔ لیکن جب یہی ب بسم اللہ میں لکھی جاتی ہے تو کھڑی حالت میں لکھی جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کے نام میں اتنی برکت ہے کہ جب لیٹی ہوئی ب اللہ کے نام کے ساتھ نتھی ہو جاتی

ہے تو یہ نام لیٹی ہوئی ب کو بھی کھڑا کر دیتا ہے۔اے بندے! اگر تو بھی اسی طرح اللہ تعالی کے ساتھ نتھی ہو جائے گا تو اللہ تعالی تجھ گرے ہوئے بندے کو کیوں نہیں اوپر اٹھائیں گے۔

اللہ تعالی نے بہت ساری نعمتیں عطا کرنے کے لیے قرآن مجید میں اپنا ذاتی نام استعمال کیا تھوڑی دیر کے لیے قرآن مجید کی سیر کیجئے تا کہ پتہ چلے کہ اللہ رب العزت نے کہاں کہاں اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا ہے۔مثال کے طور پر

☆اللہ تعالی نے جہاں اپنے دوستوں کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اپنا ذاتی نام استعمال فرمایا

الله ولی الذین آمنوا (بقرہ:۲۵۷)

اللہ دوست ہے ایمان والوں کا

☆دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

والله ولی المومنین (آل عمران:۶۸)

اللہ مومنین کا دوست ہے

☆جو اچھے بندے ہیں وہ کہتے ہیں:

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین

بے شک میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لیے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(الانعام:۱۶۳)

☆اللہ تعالی نے اپنے فضل کے لیے اپنا ذاتی نام پسند فرمایا۔ارشاد فرمایا:

ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔(الحدید:۲۱)

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

والله ذو فضل علی المومنین (آل عمران۱۵۲)

اوراللہ مومنین پر فضل کرنے والا ہے

ایک اور مقام پر فرمایا:

ولولا فضل الله عليكم (النور:۲۱)

اگراللہ کا فضل نہ ہوتا تمہارے اوپر

ایک اور مقام پر فرمایا:

قل ان الفضل بيد الله (آل عمران:۷۳)

کہہ دیجئے بے شک فضل تو اللہ کے اختیار میں ہے

☆اپنی رحمت کے لیے بھی اسم ذات کو استعمال فرمایا۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

ورحمة الله ۔اوراللہ تعالی کی رحمت

☆اللہ تعالی کی خاص رحمت ''سکینہ'' نازل ہوتی ہے۔اس کا تذکرہ بھی اسمِ ذات سے فرمایا:

فانزل الله سكينته على رسوله (الفتح:۲۶)

پس اللہ تعالی نے پنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا

☆ دنیا اور آخرت کے ثواب کا تذکرہ کیا تو اپنے ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ چناں چہ ارشاد فرمایا

فعند الله ثواب الدنيا والآخرة (النساء:۱۳۴)

پس اللہ کے ہاں دنیا وآخرت کا بدلہ ہے

☆جہاں بندوں کو نیک اعمال کی توفیق دینے کا تذکرہ فرمایا وہاں بھی اسمِ ذات کو استعمال فرمایا:

وماتوفيقى الا بالله (ہود:۸۸)

میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے

☆عبادت کا تذکرہ فرمایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

اعبدوا الله ۔اللہ کی عبادت کرو

☆کمال کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی۔ارشاد فرمایا:

وکلمة الله هی العلیا۔اوراللہ کا کلمہ ہی بلند ہو(التوبۃ:۴۰)

☆اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر احسان جتلایا تو اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

لقد من الله علی المومنین (آل عمران:۱۶۴)

تحقیق اللہ نے احسان فرمایا مومنین پر

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

کذلک کنتم من قبل فمن الله علیکم (النساء:۹۴)

پس تم پہلے ایسے ہی تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا

ایک اور جگہ فرمایا

فمن الله علینا ووقٰنا عذاب السموم (الطّور:۲۷)

پھر اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں بچایا لو کے عذاب سے

☆جہاں مومنوں کی تعریف اور نصرت کا وعدہ فرمایا وہاں بھی ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

والله یوید بنصره من یشاء (آل عمران:۱۳)

اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں

☆جب کسی کو ملک دینے تذکرہ فرمایا تو ارشاد فرمایا:

والله یوتی ملکه من یشاء (البقرۃ:۲۴۷)

اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرما دیتا ہے

☆حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ سے مدد مانگنے کی تعلیم دی۔اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ذاتی نام استعمال فرمایا:

وقال موسیٰ لقومه استعینوا بالله واصبروا

جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے،تم لوگ اللہ سے مدد مانگواور صبر کرو

☆اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کا امتحان لیا تو اس کا تذکرہ یوں فرمایا:

اولٰئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقویٰ(الحجرات:۳)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے تقویٰ کے بارے میں امتحان لیا ہے

☆حدودشرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

تلک حدود الله ۔(الطلاق:۱)یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں

☆تعظیم اشیاء کا تذکرہ یوں فرمایا:

ومن یعظم شعائر الله (الحج:۳۲)

اور جوکوئی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے

☆حلال اورحرام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں ارشادفرمایا:

لاتاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه

اورتم نہ کھاؤ،ان جانوروں کا گوشت جن کے اوپر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو

جب تک اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو تب تک ذبح مکمل نہیں ہوتا۔

☆جہاں مہرِ جباریت لگانے کا تذکرہ ہوا وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو استعمال فرمایا۔فرمایا:

ختم الله علی قلوبهم۔(بقرۃ:۷)اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے

☆جہاں خشیت کا تذکرہ ہوا وہاں اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ارشادفرمایا:

ولایخشون احدا الا الله (الاحزاب:۳۹)

اور وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ سے

ایک اور مقام پر فرمایا:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ (فاطر:۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں

☆ جہاں بندوں سے کوئی وعدہ فرمایا، وہاں ارشاد فرمایا:

و کلا وعد اللہ الحسنیٰ (الحدید:۱۰)

اور سب کے ساتھ اللہ تعالی نے اچھا وعدہ فرمایا

ایک اور مقام پر فرمایا:

وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم

اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے (المائدۃ:۸)

☆ جب لوگوں نے کوئی بات پوچھی اور اللہ تعالی نے فتوی دیا تو بھی اپنے ذاتی نام کو استعمال فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللٰة (النساء:۱۷۶)

لوگ فتوی پوچھتے ہیں آپ سے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

سبحان اللہ! اللہ تعالی فتوی دے رہے ہیں۔

☆ اللہ تعالی روز محشر عدل فرمائیں گے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فاللہ یحکم بینکم (البقرۃ:۱۱۳)

پس اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان

☆اللہ تعالیٰ نے سچائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ذاتی نام کو استعمال فرمایا:

قل صدق الله (آل عمران:۹۵)

کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ومن اصدق من الله قيلا (النساء:۱۲۲)

اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

☆جو اللہ تعالی کے راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالی نے ان بندوں کا تذکرہ فرمایا تو ذاتی نام کو پسند فرمایا۔ارشاد فرمایا:

ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله

اور جو نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف

☆جب اللہ تعالی نے محبت کا تذکرہ فرمایا تو وہاں بھی اپنے اسمِ ذات کو پسند فرمایا:

والله يحب الصبرين (آل عمران:۱۴۶)

اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

ایک اور مقام پر فرمایا:

والله يحب المحسنين (آل عمران:۱۴۸)

اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين (البقرة:۲۲۲)

بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پاکیزگی والوں کو

☆جہاں اپنی مخلوق کو اپنا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی وہاں بھی اپنا ذاتی نام پسند فرمایا:

یایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (الاحزاب:۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات (الاحزاب:۴۱)

اور کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں

ہمارا ذکر کرنے کا طریق بھی یہی ہے۔ اللہ تعالی مشائخ نقشبندیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اتنی پیدا کرلی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اپنے اس پیارے نام کے معارف کھول دیئے حتی کہ انہوں نے اس نام کا ذکر کرکے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرلی۔ انہوں نے اپنے متعلقین کو بھی اسی نام کا ذکر کرنے کی تلقین فرمائی۔ لہذا ہم خوش نصیب ہیں کہ ''اللہ'' ہمارا ہر وقت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالی چاہتے ہیں کہ اب تم میرے اس نام کا ذکر کرو۔ یا اللہ! کیسے کریں؟ ارشاد فرمایا:

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم (آل عمران:۱۹۰)

جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہونے بیٹھنے اور لیٹنے کی حالت میں

یعنی تم بیٹھنا چاہو تو اللہ۔ کھڑے ہونا چاہو تو اللہ۔ تم لیٹنا چاہو تو اللہ۔ تم اٹھنا چاہو تو اللہ۔ تم چلنا چاہو تو اللہ۔ جب ہر وقت اللہ اللہ کہتے رہو گے تو یہ اللہ کا نام تمہارے دل میں اللہ تعالی کی محبت پیدا فرمادے گا۔ انسان اتنا ذکر کرے کہ وہ باقی سب بھول جائے۔

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹادوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ!

لاالٰہ الا اللہ، لاالٰہ الا اللہ

کسی نے کیا خوب ہی کہا ہے: ؎

بتاؤں آپ کو کیا عاشقوں کا کام ہوتا ہے
دل ان کی یاد میں اور لب پہ ان کا نام ہوتا ہے

اسمِ ذات کی مٹھاس

جو بندہ اس نام کی برکتوں سے واقف ہو جاتا ہے اس کی زندگی میں بہار آ جاتی ہے۔ ؎

اللہ ہو کے بڑے مزے
جو بھی چاہے وہ چکھ لے

کسی نے کیا ہی اچھی بات کہی ؎

مومنا ذکر خدا بسیار جو
تا بیابی در دو عالم آبرو

اے مومن! اللہ کا ذکر کثرت کرتا کہ دونوں عالم میں عزت پالے ؎

ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکیِ دل ز ذکر رحمان است

ذکر کر جب تک کہ تیرے جسم میں جان ہے۔ کیوں کہ دل تو ذکر سے پاک ہوتا ہے

اگر دل میں محبتِ الٰہی ہو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے لذت آتی ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے، آپ یہ جو اللہ اللہ کرتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ مجھے اس وقت ایک شعر یاد آیا اور کہا، بھئی بات یہ ہے کہ ؎

ہم رٹیں گے گر چہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

جس بندے کے دل میں اللہ تعالی کی محبت ہوتی ہے وہ اللہ کا نام سن کربھی تڑپ اٹھتا ہے۔ یہ مومن کی پہنچان ہے۔قرآن عظیم الشان سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔

انما المومنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم (الانفال:۲)

بے شک ایمان والے بندے وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہےتو ان کے دل تڑپ اٹھتے ہیں

اس مضمون کوکسی شاعر نے یوں بیان کیا:

ایک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے نام لیا

اللہ کے نام کے بارے میں شعراء نے عجیب اشعار کہے۔ایک صاحب کہتے ہیں

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دور جام ہے

ایک اور عارف نے تو عجیب مضمون باندھا۔وہ فرماتے ہیں:

ہر وادی ویران میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں تیرے نام کی لذت سے خدایا

اللہ تعالی کے نام میں عجیب لذت ہے۔ایک شاعر نے کہا: ؎

نام چو برزبانم می رود
ہر بنِ مو از عسل جوئے شود

جب اس کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو گویا جسم کے ہر ہر انگ سے شہد کا ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے

جسم کے اندر ایسی مٹھاس آ جاتی ہے۔

ایک شاعر نے کہا:

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر وشکر می شود جانم تمام

کسی نے کہا:

اللہ کیسا پیارا نام ہے
جو رٹے وہ لائقِ انعام ہے

کسی نے کہا:

اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا ہے اور جام ہے

جیسے پینے والے جام اور صراحی سے پیتے ہیں اسی طرح یہ اللہ کا نام بھی عاشقوں کے لیے جام اور صراحی کی مانند ہے۔ وہ اللہ کا نام لیتے ہیں تو ان کے دل میں مٹھاس آ جاتی ہے۔ اللہ اکبر جی ہاں، اگر ہم نے اللہ کی محبت کا مزہ چکھا ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا کہ اس نام کے لینے میں سکون کتنا ہے۔ اس نام کو لینے سے مخلوق کی محبت دل سے نکلتی ہے اور اللہ تعالی کی محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ حتی کہ اگر کوئی بندہ ریا کاری کرتا ہے تو کچھ عرصے کے بعد یہ نام اس کے دل میں بھی خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بندے نے ساری زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کا لفظ کہا ہوگا تو یہ نام اس کے لیے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا۔ ☆☆☆

لاوڈ اسپیکر کا غلط استعمال ایک لمحہ فکریہ

مفتی محمد عبداللہ قاسمی استاد دارالعلوم حیدرآباد

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس میں انسانی زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات کا واضح اور جامع حل موجود ہے، اسلام نے جہاں انفرادی زندگی کے متعلق انسان کی رہنمائی کی ہے وہیں اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تعلق سے بھی کچھ ہدایات اور تعلیمات دی ہیں، اگر انسان ان تعلیمات وہدایات کو اپنائے تو ایک خوشگوار اور صالح معاشرہ تشکیل پائے گا، اور ساتھ ہی ساتھ انسان دنیا اور آخرت کی سعادت وکامیابی سے بہرہ ور ہوگا۔

اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تعلق اسلام سے بنیادی طور پر یہ ہدایت دیتا ہے کہ انسان اس طرح زندگی گزارے کہ اس کے قول وفعل اور حرکات وسکنات سے کسی کو ٹھیس نہ پہونچے، اس کی طرز معاشرت اور رہن سہن کسی کی دل آزاری کا باعث نہ بنے، ایک حدیث شریف میں آپ نے کامل ومکمل انسان اس شخص کو قرار دیا ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔(بخاری) ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جس کی حرکتوں سے اس کا پڑوسی پریشان اور کبیدہ خاطر رہتا ہو۔(بخاری)

آج ہمارے معاشرے میں کچھ ایسی سنگین غلطیاں پائی جاتی ہیں جن میں عام ابتلاء پایا جاتا ہے، اور ان غلطیوں کی سنگینی کا احساس ہمارے دلوں سے رخصت ہو چکا ہے، ان غلطیوں میں سے ایک لاوڈ اسپیکر کا غلط اور ظالمانہ استعمال ہے، لاوڈ اسپیکر آواز کو دور تک پہونچانے کا ایک آلہ ہے، اس کا استعمال سیاسی اجتماعات وپروگرام او رمذہبی ودینی جلسوں میں بھی کیا جاتا ہے، اسی طرح مساجد میں قراءت اور تکبیرات انتقالیہ پہونچانے کے لئے بھی اس آلہ کا استعمال کیا جاتا ہے، اس حد تک تو اس کا استعمال پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

لیکن عموما یہ دیکھا گیا ہے کہ ارباب جلسہ ساونڈ باکس جلسہ گاہ سے باہر نصب کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں آواز محلے کے گھر گھر میں اس قوت کے ساتھ پہونچتی ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، نہ کوئی آرام کرسکتا ہے نہ کوئی یکسوئی سے اپنا کام انجام دے سکتا ہے ،اسی طرح شہروں کے اندر عموما شادی ہالوں میں رات دیر گئے لاوڈ اسپیکر پر گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جس کی وجہ سے پتہ نہیں قرب وجوار میں رہنے والے کتنے لوگوں کی نیندیں حرام ہوتی ہیں؟ کتنے مریض وبیمار بے چینی سے کروٹ بدلتے رہتے ہیں؟ گانا بجانا فی نفسہ ناجائز اور حرام ہے، پھر گانے کی آواز کو دور تک اس قوت سے پہنچانا کہ وہ دوسروں کے لئے باعث زحمت ہو اس میں دوہری برائی ہے، اسی طرح بعض مساجد کے اندر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جماعت کے وقت باہر کا اسپیکر کھول دیا جاتا ہے، اور نماز مائیک پر ادا کی جاتی ہے، اور لوگوں کو قرآن سننے پر مجبور کیا جاتا ہے، اس میں جہاں لوگوں کی یکسوئی میں فرق آتا ہے اور انہیں ایذاء پہنچتی ہے، وہیں اس میں قرآن کریم کی بے حرمتی اور اس کے تقدس کی پامالی بھی ہے، دوسرے یہ کہ محلے میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری قومیں بھی بستی ہیں، مسلمانوں کے اس طرز عمل سے وہ اسلام اور مسلمانوں سے قریب ہونے کے بجائے ان سے متنفر ہوتے ہیں، اسلام کی صاف وشفاف ہدایات وتعلیمات کے متعلق غلط تاثرات ان کے ذہنوں میں راہ پاتے ہیں۔ لاوڈ اسپیکر کا غلط استعمال مساجد، جلسہ گاہ اور شادی ہال تک ہی کیا محدود ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی لاوڈ اسپیکر نصب کرتا ہے تو اسے یہ فکر نہیں ہوتی کہ لاوڈ اسپیکر کی آواز ضرورت تک محدود ہے یا پھر اس کی آواز ضرورت سے زائد دور تک پہونچ کر دوسروں کے لئے باعث زحمت بن رہی ہے۔

اسی طرح بس اور ٹرین کے سفر کے دوران یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اپنے موبائل فون کا اسپیکر پوری قوت کے ساتھ کھول دیتے ہیں، اور نعت، نظم اور گانے وغیرہ سنتے ہیں، انہیں

ذرا فکر نہیں ہوتی کہ یہ چیز مسافرین کے لئے باعث زحمت بن سکتی ہے اور ان کو گراں گزر سکتا ہے؛ بلکہ اگر ان کو اس سے منع کیا جائے تو بجائے اس کے کہ وہ آواز کی مقدار کر لیں الٹا منع کرنے والے کو ڈانٹتے ہیں، اور اس پر طعن وتشنیع کرتے ہیں ہمارے معاشرہ کی یہ صورت حال نہایت تکلیف دہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے آواز پست رکھنے کا حکم دیا ہے، اور ضرورت سے زیادہ اپنی آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے؛ لیکن معاشرہ میں عام طور پر اس قرآنی حکم کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، لاوڈ اسپیکر اور مائک کے غلط استعمال سے لوگوں کو جو تکلیف پہونچتی ہے یقیناً یہ گناہ کبیرہ ہے؛ لیکن قریب قریب پورا معاشرہ دانستہ یا نادانستہ اس گناہ میں مبتلا ہے، اور طرفہ یہ کہ اس گناہ کی سنگینی کا احساس تقریبا دلوں سے نکل گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہر انسان کے لئے مشعل راہ ہے، اور پوری نوع بشری کی فلاح وکامیابی آپ کی تعلیمات وہدایات کو اپنانے اور ان کو حرز جاں بنانے میں مضمر اور پوشیدہ ہے، آپ ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے تھے، اور قدم قدم پہ یہ ملحوظ رکھتے تھے کہ ہمارے قول یا عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے، چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک رات آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے، آپ کو گمان ہوا کہ عائشہ سو چکی ہیں، آپ بستر سے اٹھے اور چپکے سے اپنی چادر لی، اور آہستہ سے جوتے پہنے، پھر ہلکے سے دروازہ کھولا، اور جنت البقیع تشریف لے گئے۔(صحیح مسلم) تاکہ کہیں حضرت عائشہ کی نیند میں خلل نہ آئے، حالاں کہ بیوی اپنے شوہر سے طبعی اور فطری محبت کی وجہ سے اتنی سی تکلیف گوارا کر لیتی ہے، اور بیویاں اس سلسلہ میں چشم پوشی سے کام لیتی ہیں، اس کے باوجود آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیند کا خیال رکھا، آپ اپنے اس طرز عمل سے گویا امت کو یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ انسان حتی الوسع اس بات کی کوشش کرے کہ اس کی ذات سے اور اس کی حرکات وسکنات سے کسی کو تکلیف نہ

پہونچے۔

آپ کی عادت طیبہ تھی کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو اتنی آہستہ آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے، اور سونے والا نہ جاگے (مسند احمد بن حنبل) آپ کے اس عمل میں امت کے لئے یہ سبق مضمر اور پوشیدہ ہے کہ انسان اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس کے قول یا عمل سے کسی کی دل آزاری نہ ہو، اس کے فعل اور طرز معاشرت سے کسی کے دل کو ٹھیس نہ پہونچے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رات میں آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حجرہ کے پاس سے گزرے، تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور بلند آواز سے قرات کررہے ہیں، وجہ دریافت کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں شیطان کو بھگا رہا تھا، اور سونے والوں کو جگا رہا تھا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی آواز تھوڑی پست رکھو۔ (کیوں کہ بلند آواز میں قرات کرنے سے دوسروں کو تکلیف پہونچ سکتی ہے، اور سونے والوں کی نیند میں خلل پڑسکتا ہے) (مصنف عبدالرزاق) غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت جو یقیناً بڑی فضیلت اور عظمت کی چیز ہے، بلند آواز سے کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ دوسروں کے لئے زحمت وتکلیف کا باعث بن سکتا ہے، تو اب اصلاحی جلسے اور دینی پروگرام بیرونی مائیک پر کرنے کے لئے کیا سند جواز فراہم ہوسکتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور خلافت کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی میں ایک شخص بلند آواز سے وعظ کہا کرتا تھا، چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی سے متصل تھا؛ اس لئے اس کی آواز سے ام المومنین کو تکلیف ہوتی تھی، اور ان کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، حضرت عائشہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلند آواز سے وعظ کہنے سے منع فرمایا، کچھ دن کے بعد یہ شخص پھر بلند آواز سے وعظ کہنے لگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اس کی شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلایا اور کوڑے

لگائے۔(تاریخ المدینہ لابن ابی شیبہ:۱/۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف اپنے سے تکلیف کا ازالہ ہی نہیں کرنا چاہتی تھیں؛ بلکہ وہ امت مسلمہ کے سامنے یہ اصول بیان کرنا چاہتی تھیں کہ انسان اس طرح زندگی گزارے کہ اس کے طرز معاشرت اور رہن سہن سے کسی کو تکلیف اور ایذاء نہ پہونچے، یہی وجہ ہے کہ ایک موقع سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ کے ایک واعظ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ضع صوتک عن جلسائک یعنی اپنی آواز سامعین تک محدود رکھو۔(تاریخ المدینہ لابن ابی شیبہ:۱/۳۱)

یہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر کتب احادیث سے چند مثالیں ذکر کی گئی ہیں، ورنہ کتب احادیث اس طرح کی سینکڑوں مثالوں سے بھری پڑی ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دین اسلام کی بنیاد ہی سراپا رحمت و ہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی پر ہے، اور یہ اپنے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت ومودت کی تاکید کرتا ہے، اور ایک دوسرے کے احساسات وجذبات کی قدر کرنے کا حکم دیتا ہے، اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ امت مسلمہ کو ہدایت نصیب فرمائے، اور اسلامی معاشرہ کو خوشگوار اور مثالی بنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

☆☆☆

رزق حلال کی فضیلت اور برکت

مفتی عبدالرحمٰن صاحب

اللہ رازق ہے

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و رزق رساں ہے، ارشاد باری ہے:

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میں نہ ان سے روزی مانگتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں، بے شک اللہ ہی روزی رساں ہے، زبردست طاقت کا مالک ہے،،۔(ذاریات:۵۶-۵۸)

انسانوں سمیت ہر جاندار کا رزق اسی پر ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ''زمین پر جو جانور بھی پایا جاتا ہے، اس کی روزی اللہ کے ذمہ ہے، وہ ہر ایک کے دنیاوی (عارضی) اور اخروی (دائمی) ٹھکانوں کو جانتا ہے، ہر بات کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے،،۔(ھود:٦)

نیز وہ جسے چاہتا ہے بغیر اسباب کے بھی رزق دیتا ہے جیسا کہ حضرت مریم کو آسمان سے رزق نازل فرماتا تھا۔فرمان ربانی ہے: ''جب بھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتے، اس کے پاس کھانے کی چیزیں پاتے، وہ پوچھتے کہ اے مریم! یہ چیزیں کہاں سے تیرے لئے آئی ہیں؟ وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے،،۔(آل عمران:۳۷)

ہر مسلمان کا اس بات پر بھی ایمان ہونا چاہئے کہ اس کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کا رزق لکھا جا چکا ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم میں سے ہر شخص کی پیدائش اس کے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (بصورت نطفہ) جمع کی جاتی ہے، پھر اتنا ہی عرصہ وہ خون بستہ کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے، اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: (۱) اس کا رزق۔ (۲) اس کی موت۔ (۳) اس کا عمل۔ (۴) اور کیا یہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت،،۔ (بخاری: ۳۲۰۸، مسلم: ۲۶۴۳)

حدیث قدسی ہے کہ

''اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گمراہ ہے، سوائے اس کے جسے میں نے ہدایت عطا کی، تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے سوائے اس کے جسے میں نے کھلایا، تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص ننگا ہے، سوائے اس کے جسے میں نے پہنایا، تم مجھ سے لباس طلب کرو، میں تمہیں کپڑے پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم صبح شام گناہ پر گناہ کئے جاتے ہو اور میں تمہارے سارے گناہوں کو بخشتا رہتا ہوں، تم مجھ سے معافی طلب کرو، میں تمہارے گناہوں کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم نہ تو اس بات پر قادر ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ ہی اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ مجھے فائدہ پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تمہارے اول سے لے کر آخر تک، انسان سے لیکر جن تک، تمام کے تمام اس کائنات کے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اے میرے بندو! تمہارے اول سے لے کر آخر تک، انسان سے لیکر جن تک، تمام کے تمام اس کائنات کے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! تمہارے اول سے لے کر آخر تک، انسان سے لیکر جن تک، تمام کے تمام ایک میدان میں جمع ہو جائیں، اور مجھ سے مانگتے جائیں اور میں ہر شخص کی دلی مرادیں پوری کر دوں،

اس سے میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔(مسلم)

ایک بدو عورت کا رب کی رزاقیت پر ایمان

ابوعبداللہ جعفر برقی کہتے ہیں: میں نے ایک بیابان میں ایک بدو خاتون کو دیکھا جس کی کھیتی کڑاکے کی سردی، زوردار آندھی اور موسلا دھار بارش کے سبب تباہ ہوچکی تھی۔لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اس کی فصل تباہ ہونے پر اسے دلاسا دے رہے تھے۔اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہنے لگی:

اے پروردگار! پس ماندگان کی عمدہ دیکھ بھال کے لئے تجھ ہی سے امید وابستہ کی جاتی ہے، جو کچھ تباہ و برباد ہوگیا اس کی تلافی تیرے ہی ہاتھ میں ہے،اس لئے تو اپنی نرالی شان کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہماری روزی کا بندوبست تیرے ہی ذمہ ہے اور ہماری آرزوئیں اور تمنائیں تجھ ہی سے وابستہ ہیں،،۔

ابوعبداللہ جعفر برقی کہتے ہیں کہ میں ابھی اس خاتون کے پاس ہی تھا کہ ایک آدمی وہاں آن پہنچا،ہمیں اسکے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ جب اسے اس عورت کے عقیدے، منہج اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا پتہ چلا تو اس نے ۵۰۰ دینار نکالے اور اس عورت کی خدمت میں پیش کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔(نساء ذکیات جدّ ا:۴۴)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک فقیر محتاج، بادیہ نشین عورت جنگل میں خیمہ لگائے ہوئے تھی، اپنی ضروریات کے لئے اس نے اردگرد کھیتی کر رکھی تھی، گذر اوقات اسی سے کرتی تھی، ایک دن طوفان آیا، بجلی چمکی اور کڑکی اور آسمان سے ژالہ باری ہوئی اور کھیتی تباہ و برباد ہوگئی۔جب طوفان تھم گیا، اس عورت نے خیمہ سے سر نکالا، اپنی کھیتی کو دیکھا، ہر چیز تباہ و برباد

ہو چکی تھی ، اس نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی:

’’ **یا ربّ ! اصنع بی ما تشاء، فانّ رزقی علیک** ،،اے میرے پروردگار! جو جی چاہے کر (تجھ کو کون پوچھنے والا ہے) (ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ) میرا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے۔(سنہری کرنیں:عبدالمالک مجاہد)

اکل حلال کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل کو اکل حلال کا حکم دیا ہے۔ارشاد باری ہے:’’اے میرے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو ، بے شک میں تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہوں ،،۔(مومنون:۵۱)

امام بن رجب حنبلیؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں : تمام پیغمبر اور ان کی امتیں ’’طیبات ،، یعنی حلال کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم دی گئی ہیں ، اس لئے کہ حلال اور نیک اعمال کی قبولیت میں گہرا رشتہ ہے، اگر کھانا حلال کا نہ ہوگا تو نیک اعمال بھی اللہ کے پاس مقبول نہیں ہوں گے،،۔(نضرۃ النعیم:۴۹۳)

نیز یہی حکم مومنوں کو بھی دیا گیا:’’اے ایمان والو! ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر واقعی تم اس کی عبادت کرتے ہو،،۔(بقرہ:۱۷۲)

امام بن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:اکل حلال دعا اور عبادت کی قبولیت کا سبب ہے، جب کہ اکل حرام دعا اور عبادت کی قبولیت کو روک دیتا ہے،،۔(تفسیر بن کثیر)

اور یہی حکم عام انسانوں کو بھی دیا گیا کہ وہ پاکیزہ وحلال چیزیں کھائیں:’’اے لوگو! زمین میں جتنی حلال پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی اتباع نہ کرو، بے شک وہ

تمہارا کھلا دشمن ہے،،۔(بقرہ:۱۶۸)

امام بن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں روئے زمین کی ان تمام چیزوں کو کھانے کا حکم دیا ہے جو اسکی جانب سے حلال ہیں اور اپنی فطرت میں پاکیزہ ہیں اور جس کے کھانے سے جسم اور عقل پر برے اثرات مرتب نہیں ہوتے،،(تفسیر بن کثیر)

ہاتھ کی کمائی کی تعریف

اسی لئے رسول پاک نے اپنی کئی احادیث مبارکہ میں اس کمائی کی سب سے زیادہ تعریف فرمائی ہے جسے انسان اپنے ہاتھ کے ہنر اور محنت ومزدوری سے حاصل کرتا ہے، بیشتر انبیاء اپنے ہاتھ کے ہنر سے کسب معاش فرماتے تھے، حضرت نوح اور حضرت زکریا نجار تھے، حضرت موسیٰ اور دیگر کئی انبیاء نے بکریاں چرائی تھیں، حضرت داود لوہار تھے، حضرت ایوب کپڑے کے کاروباری تھے، حضرت عیسیٰ اپنی والدہ حضرت مریم کے ساتھ سوت کاتا کرتے تھے، اور رسول اکرم چمڑے اور کپڑے کا کاروبار فرماتے تھے، کیونکہ اس میں حرام کا شائبہ بہت ہی کم رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص نے آج تک اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی غذا سے زیادہ بہتر غذا نہیں کھائی ہے، اور اللہ کے نبی حضرت داود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے،،۔(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاکیزہ کو ہی قبول کرتا ہے، اس نے اس معاملے میں مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو کہ اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے، پھر آپ نے ایسے شخص کا تذکرہ فرمایا جو لمبا سفر (حج) کرتا ہے، پریشان بال اور غبار آلود جسم کے ساتھ (میدان عرفات میں کھڑے ہوکر) اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کر کے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے پالن ہار! لیکن اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی جب کہ اس کا کھانا، پینا، لباس اور غذا حرام کا ہے؟(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کوئی صبح صبح جنگل جائے، اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا ایک گٹھا لادلائے اور اس سے صدقہ وخیرات بھی کرے اور لوگوں کے مال سے بے پرواہ ہوجائے تو یہ اس کے حق میں اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی سے بھیک مانگے چاہے وہ اسے دے یا نہ دے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اونچا (دینے والا) ہاتھ نچلے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور تم (دینے میں) ان سے شروع کرو جن کی کفالت تمہارے ذمہ ہے،،۔ (بخاری)

صرف حلال ہی کیوں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان صرف حلال اور پاکیزہ ہی چیزیں کیوں کھائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عموما جانوروں میں یہ دیکھا جاتا کہ جو جانور جس طرح کی غذا کھاتا ہے اس کے خون اور گوشت میں اس غذا کے اثرات پائے جاتے ہیں، حتی کہ وہ حلال جانور جو گندگی کھاتے ہیں رسول اکرم ﷺ ان پر سواری کو ناپسند فرماتے تھے، حتی کہ اس جانور کا گوشت اور دودھ بھی استعمال نہیں فرماتے تھے جو کہ گندگی کھاتا ہو۔ انسان بھی اگر ایسی حرام غذا استعمال کرتا ہے جسے اس کے رب نے اس کے جسم اور عقل کے لئے نقصان دہ قرار دیا ہو تو اس کے کھانے سے اس کا جسم اور عقل متأثر ہوجاتے ہیں۔ کئی چیزیں ایسی ہیں جو اپنی اصل میں تو حلال ہیں، لیکن ان کی کمائی ایسے ذرائع سے کی گئی ہو جو حرام ہیں، مثلا: جھوٹ بول کر، دھوکہ دے کر، چوری کرکے، سود کھا کر، بغیر مجبوری کے بھیک مانگ کر وغیرہ۔ اگر انسان اس طرح کی کمائی سے بے شک وہ پاک چیزیں ہی کھاتا ہو لیکن اس کمائی کی ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات اس کی روح پر اور عبادت اور اس سے متعلق چیزوں پر مرتب ہوتے ہیں، جس سے اس کے دل سے رحم وکرم کے جذبات ختم کردئے جاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد سے پوچھا گیا: ''ڈاکو بہتر ہے یا سودخور،، ؟ آپ نے جواب دیا: سود خور سے ڈاکو کئی درجہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس کے دل کے اندر رحم وکرم کے جذبات ہوتے ہیں، کیونکہ تاریخ میں کئی ایسے ڈاکو ملتے ہیں جو مالداروں کو لوٹتے اور غریبوں پر خرچ کرتے تھے، لیکن ایک سودخور کا دل رحم سے خالی اور اس کی آنکھیں زندگی سے عاری ہوتی ہیں، کوئی مر بھی جائے تو وہ اس کے کفن سے بھی اگر سود وصول کرسکتا ہے تو کرلے گا۔ (تبرکات آزاد)

اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

سود کی کمائی سے حاصل کردہ ایک درہم اللہ کے نزدیک ستر مرتبہ بدکاری کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (ابوداود)

اور ایک حدیث میں ہے کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں فرماتا۔ (ترمذی)

نیز ارشاد ہے: اگر کوئی شخص ایسا لباس پہنتا ہے جس میں نو درہم تو حلال کے ہیں اور ایک درہم حرام کا ہے، تو یہ لباس جب تک اسکے جسم پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کسی عبادت کو قبول نہیں فرماتا۔ (ابن ماجہ)

صحابہ کرام کی احتیاط

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق فرماتے تھے کہ: ''ہم حلال کے ستر حصے اس خدشہ کی بنا چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں ہم حرام کے ایک حصے میں نہ پھنس جائیں،،۔ (ریاض الصالحین)

انسان کے دل میں جب حلال کیلئے تڑپ پیدا ہوجاتی ہے تو وہ نہ صرف ہر حرام بلکہ مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے دامن کو پاک رکھتا ہے، اگر غلطی سے کوئی چیز اس کے پیٹ میں چلی جائے تو اس وقت تک اسے قرار نہیں آتا جب تک کہ وہ اسے باہر نہ نکال دے۔ اس کے بعد بھی وہ اللہ

تعالیٰ سے لرزاں ترساں رہتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن اس کے پیٹ میں باقی رہ جانے والے ذرات کے متعلق سوال نہ ہو جائے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق کا ایک غلام تھا جو انہیں خراج کی رقم دیا کرتا تھا، اور آپ اس کی کمائی کی رقم سے بھی کھاتے تھے، ایک دن وہ کوئی چیز (دودھ) لے کر آیا، آپ نے اسے نوش فرمالیا، جب آپ پی چکے تو اس نے کہا: کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ کونسی کمائی کا ہے؟ آپ نے فرمایا: بتاؤ کس کمائی کا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اسلام لانے سے قبل ایک شخص کے لئے کہانت (غیب کی خبر دینا) کی تھی، حالانکہ میں اس فن کو اچھی طرح جانتا نہیں تھا، سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ آج وہ شخص مجھے ملا، اس نے مجھے کچھ پیسے دئے، اور جو آپ نے نوش کیا ہے وہ اسی کمائی کا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق نے اپنے منہ میں انگلیاں ڈالیں اور پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر دیا۔ (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ: اتنا قے کیا کہ خون آنے لگا پھر فرمایا: اے اللہ میرے بس میں جتنا تھا وہ میں نے کر دیا، اور جو میرے بس میں نہیں اس پر میرا مواخذہ نہ فرما،،۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر یہ غذا میری جان کے ساتھ ہی باہر نکل سکتی تو بھی میں اسے باہر نکال دیتا،،۔

اکل حلال کی برکات

(۱) اکل حلال اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی جنت تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ (۲) یہ دعاوں کی قبولیت کا سبب ہے۔ (۳) اس سے عمر میں برکت اور مال میں بڑھوتری ہوتی ہے۔ (۴) دنیا کی سعادت اور آخرت میں جنت کا موجب ہے۔ (۵) باتوں میں شیرینی اور اعمال میں جاذبیت پیدا کرتا ہے۔ (۶) حلال کمائی سے نسل میں برکت ہوتی ہے۔ (۷) اپنی محنت کی کمائی انسانی شرافت اور رفعت کا باعث ہے۔ ☆☆☆